اصحابِ صُفّہ
اور
تصوّف کی حقیقت
از
شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ
مترجم:
مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی
المکتبۃ السلفیۃ • شیش محل روڈ • لاہور 54000

اصحابِ صُفّہ

اور

تصوّف کی حقیقت

تالیف

شیخ الاسلام احمد بن عبدالحلیم ابن تیمیہ علیہ الرحمۃ

مترجم

مولانا عبدالرزّاق ملیح آبادی

ناشر

المکتبۃ السلفیۃ

4 شیش محل روڈ، لاہور 54000

Ph.: 042-7237184, 7213032 # Fax: 042-7230271

P.O.BOX 1452 E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com

نام کتاب -------- اصحاب صفہ اور تصوف کی حقیقت
طابع --------- احمد شاکر
مطبع --------- موٹروے پرنٹرز
ناشر --------- مکتبة السلفية
قیمت --------- /- روپے

واحد تقسیم کار
دار الکتب السلفیۃ ○ شیش محل روڈ ○ لاہور

Ph.: 042-7237184, 7213032 # Fax: 042-7230271
P.O.BOX 1452 E-mail:alsalafiyyah@yahoo.com

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿اَلْحَمْدُلِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی﴾

(امابعد) قیام پاکستان سے قبل لاہور میں دینی کتب کے جو اشاعتی ادارے تھے، ان میں الہلال بک ایجنسی (فاروق گنج، بیرون شیرانوالہ) لاہور ایک باذوق اور معتمد ادارے کی حیثیت سے اہل علم کے ہاں معروف تھا۔ اس کی مطبوعات دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ اردو خواں طبقہ تک شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تصانیف پہنچانا ہی اس کا ہدف تھا۔ مطبوعات ادارہ میں شیخ الاسلام کی کتب کا اردو ترجمہ مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی مرحوم کے شگفتہ نگار قلم سے ہے جو مترجم کی عمدگی اور صحت کی دلیل ہے، ان مطبوعات سے معلوم ہوتا ہے کہ الہلال بک ایجنسی کے مالک و مدیر مولوی عبدالعزیز آفندی رحمہ اللہ اور (کتابوں کے مترجم) مولانا ملیح آبادی رحمہ اللہ کے مابین حضرت الامام رحمہ اللہ کی محبت و شیفتگی قدر مشترک تھی۔ چنانچہ اپنے دور میں شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی تصانیف کے اردو مترجم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادیؒ اور سب سے بڑے ناشر مولانا عبدالعزیز رحمہ اللہ ہی تھے۔

الدار السلفیہ بمبئی (ہند) نے غالباً الہلال بک ایجنسی والے نسخے سے ہی ''اصحاب صفہ'' کا یہ نسخہ بہت سال قبل نئی کتابت کے ساتھ طبع کیا تھا، جسے المکتبۃ السلفیہ، نئی کمپوزنگ کے ساتھ طبع کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت' اس پر استقامت اور دین دنیا کی بھلائیوں سے نوازے اور اس رسالہ سے مسلمانوں کو نفع اٹھانے اور اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین ثم آمین

خادم العلم والعلما

احمد شاکر غفر اللہ ولوالدیہ

۱۴۲۰ ھجری اکتوبر ۱۹۹۹

مقدمہ

اصحابِ صُفّہ کا شمار ملتِ اسلامیہ کے ان محسنوں اور فدائیوں میں ہوتا ہے، جنھوں نے زندگی کی تمام نعمتیں وطن، اہل وعیال، مال و دولت، عیش وعشرت کو تعلیمِ دین اور اشاعتِ اسلام کے لئے وقف، اللہ کے لیے نذر، اور رسول اللہ ﷺ کے قدموں پر نثار کردیا تھا۔ ان کا وطن اسلام تھا، حسب ونسب اسلام تھا، زندگی اسلام کے لئے تھی اور خاتمہ بالخیر اسلام اور رضاءِ الٰہی پر ہوا، رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

مسجدِ نبوی میں ان کا مسکن صُفّہ اب بھی موجود ہے جو اسلامی دنیا کی پہلی دینی وعلمی درسگاہ تھی لوگ اسے عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے اور ملت کے ان محسنوں کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں۔

لیکن افسوس یہ کتنا بڑا سانحہ ہے کہ ان عالی مرتبت اصحابِ کرام رضی اللہ عنہم کے حقیقی حالات پر پردہ ڈالا گیا اور ان کے ساتھ مختلف قسم کے اوہام وخرافات کو منسوب کرکے ان اولوالعزم مجاہدوں، قناعت پسند غیور و دردمند محسنوں کو محض تارک الدنیا فقیر، اور حال وقال میں مست چلّہ کش صوفی کی شکل میں پیش کیا جاتا ہے اور انہیں آج کل کے خانقاہی پیشہ ور صوفیوں کی طرح قیاس کیا جاتا ہے، اور موجودہ قبوری تصوف کا ان کو علمبردار بتایا جاتا ہے، اور ان موحد نفوسِ قدسیہ کو قطب' ابدال، غوث، قلندر' خاتم الاولیا وغیرہ جیسے جھوٹے القاب عطا کئے جاتے ہیں۔

انھیں جھوٹی روایات اور من گھڑت حکایات کی وجہ سے مسلمانوں میں اہلِ کتاب کی رہبانیت، بُت پرستوں کا سنیاس اور مجوسیوں کی درویشیت اور باطنیوں کے بے بنیاد اوہام و خرافات رائج ہوگئے ہیں۔

شیخ الاسلام امام ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، وہ بدعات وخرافات اور مشرکانہ عقائد وافکار پر اللہ کی ننگی تلوار بن کر چمکے اور شرک وبدعات کے ان قلعوں کو قرآن

وحدیث، سیرتِ صحابہ وآثارِ سلف کے مضبوط ہتھیاروں سے زیروزبر کرڈالا۔

ان کے ان لاجواب مدلل رسالوں سے شرک و بدعات کے بازار سرد پڑ گئے ،لاکھوں افراد بدعقیدگی کے دلدل سے نکل کر توحید وسنت کی صراطِ مستقیم پر گامزن ہو گئے ۔

زیرِنظر رسالہ میں امام موصوف نے غیر اسلامی تصوف کا بخیہ تار تار کرڈالا ہے۔ اصحابِ صفہ کی آڑ لے کر جس خانہ زاد تصوف کو رواج عام دینے کی کوشش کی گئی ہے شیخ الاسلام نے اپنے خداداد مخصوص محکم طرزِ استدلال سے اس کی دھجیاں بکھیر دی ہیں، یہ رسالہ اس سے پہلے بھی چھپ کر مقبولِ عام و خاص ہو چکا ہے، امید ہے کہ یہ اشاعتی خدمت عنداللہ وعندالناس قبول ہوگی اور یہ رسالہ عقائد واعمال کی اصلاح کے لئے نسخہ کیمیا ثابت ہوگا۔

والسلام

مختار احمد ندوی

فہرست مضامین

اِسْتِفْتَاء

اس مسئلہ میں علماءِ دین کیا فرماتے ہیں، کہ اصحابِ صُفّہ کی تعداد کتنی تھی؟ مکہ میں تھے یا مدینہ میں؟ کس مقام پر رہتے تھے؟ سب ہمیشہ اپنی جگہ پر ہی رہتے تھے، اور بجز حوائج ضروریہ کے کسی اور کام کے لئے نہ نکلتے تھے، یا ان میں سے بعض صفہ میں بیٹھتے تھے، اور بعض تلاشِ معاش میں نکلا کرتے تھے؟ ان کی بسر کیونکر ہوتی تھی' آیا محنت مشقت کرتے تھے یا جھولی لے کر بھیک مانگتے پھرتے تھے؟

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے جو کہتا ہے کہ اصحابِ صُفّہ نے مشرکین کی طرف سے مومنین سے جنگ کی؟ اور یہ کہ وہ ابوبکر' عمر' عثمان' علی' بقیہ عشرہ مبشرہ اور جملہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے افضل ہیں؟ کیا اس زمانہ میں لوگ اصحابِ صُفّہ سے منتیں مانتے تھے؟ کیا اصحابِ صُفّہ نے کبھی دف یا دیگر آلاتِ موسیقی پر وجد کیا؟ کیا ان کا کوئی خاص حادی (گویا یا قوال) تھا، جس کی آواز پر وہ تالیاں بجا بجا کر حرکت کرتے اور ناچتے تھے۔

اس آیت کے بارے میں کیا رائے ہے ﴿ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾ (ان لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو صبح شام اپنے رب کو پکارتے اور اسی کی مرضی چاہتے ہیں) آیا عام یا صرف اصحابِ صُفّہ کے حق میں نازل ہوئی ہے؟

کیا یہ حدیث صحیح ہے، جو عوام کی زبانوں پر ہے کہ: ﴿ مَا مِنْ جَمَاعَةٍ یَجْتَمِعُوْنَ اِلَّا فِیْهِمْ وَلِیُّ اللّٰهِ لَا النَّاسُ تَعْرِفُهٗ وَلَا الْوَلِیُّ یَعْرِفُ اَنَّهٗ وَلِیٌّ﴾؟ کیا اولیاء اللہ کی

حالت اہلِ علم سے پوشیدہ رہتی ہے؟ ولی کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

اُن فقراء سے کون لوگ مراد ہیں جو اغنیاء سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور وہ فقراء کون ہیں جن سے سلوک کرنے کا اللہ اور رسول ﷺ نے حکم دیا ہے؟ آیا وہی لوگ ہیں جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہیں اپنی روزی نہیں رکھتے یا کوئی اور؟

ابدال کے بارے میں جو حدیث مروی ہے، کیا وہ صحیح ہے؟ کیا ابدال صرف شام میں ہوں گے یا ہر اس جگہ جہاں کتاب وسنت کے مطابق شعائرِ اسلام قائم ہوں، عام اس سے کہ شام ہو یا کوئی اور ملک؟

کیا یہ صحیح ہے، کہ ولی مجلس میں بیٹھے بیٹھے نظروں سے اچانک غائب اور اپنے جسم کے ساتھ شام وغیرہ کسی ملک میں پہنچ جاتا ہے؟

ان اسماء والقاب کی بابت علماء کی کیا رائے ہے، جو نیک اور صالح لوگوں کو دیئے جاتے مثلاً کہتے ہیں فلاں ''غوث الاغواث'' ہے''قطب الاقطاب'' ہے، ''قطبِ عالم'' ہے ''قطب کبیر'' ہے، ''خاتم الاولیا'' ہے۔

نیز اس قلندریہ فرقہ کے متعلق کیا فتویٰ ہے جو داڑھیاں منڈاتا ہے؟ اس کی حقیقت کیا ہے؟ کس گروہ میں شمار ہوتا ہے؟ اس کا یہ اعتقاد کیسا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے سرکردہ اور شیخ قلندر کو انگور کھلائے اور اس سے عجمی زبان میں گفتگو کی؟ کیا اللہ پر ایمان رکھنے والے مسلمان کے لئے جائز ہے کہ بازاروں اور دیہاتوں میں چلاتا پھرے کہ ''کس کے پاس فلاں شیخ یا قبر کی نذر اور منت ہے؟'' اس کام میں مدد کرنا گناہ ہے یا نہیں۔

اس شخص کے بارے میں کیا حکم ہے، جو کہتا ہے کہ ''سیدہ نفیسہ[1] مرادوں کا دروازہ اور مخلوق و خالق کے مابین واسطہ ہیں، مصر کی محافظ ہیں؟ اور اس شخص کی بابت کیا رائے ہے جو کہتا ہے کہ مشائخ جب سیٹیاں اور تالیاں سننے کے لئے اٹھتے ہیں تو ''رجال الغیب'' (غیب کے آدمی) حاضر ہوتے ہیں اور دیواریں شق ہو جاتی ہیں، ملائکہ نازل ہوتے ہیں اور مشائخ کے ساتھ یا خود ان پر رقص کرتے ہیں اور بعض تو یہاں تک اعتقاد رکھتے ہیں، کہ خود رسول مقبول ﷺ بھی تشریف لاتے اور ان کے ناچ میں شریک ہو جاتے ہیں؟ رجال

---

[1] اہلِ بیت سے ہیں اور مصر میں مدفون ہیں۔

الغیب کے کیا معنی ہیں؟۔

اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کیسا ہے، کہ ہم تاتاریوں کے روحانی محافظ ہیں؟

کیا تاتاریوں کے بھی محافظ ہوتے ہیں؟ اگر ہوتے ہیں تو کیا امتِ مسلم کے محافظوں کی طرف کفار کے محافظ بھی باطنی احوال اور قدرت وغلبہ رکھتے ہیں۔

یہ مزارات جو امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب اور ان کے صاحبزادے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں، حقیقی ہیں یا فرضی؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قبر کہاں ہے؟

جواب

حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے جواب دیا۔

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ﴾

''صفہ'' کہ جس کی طرف اصحابِ صُفّہ منسوب ہیں، مسجد نبوی کے شمالی سرے پر واقع تھا، اس میں وہ غریب مسلمان پناہ لیتے تھے جن کے پاس نہ اہل وعیال تھے اور نہ کوئی جائے پناہ تھی۔ تفصیل یہ ہے کہ جب مدینہ کے قبائل اوس اور خزرج کے بہت سے سردار ایمان لاکر منیٰ میں بیعة العقبہ کر چکے اور اس طرح مسلمانوں کے لیے ایک مضبوط جائے پناہ بن گئی تو اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ اور مومنین کو ہجرت کا حکم دیا چنانچہ مکہ اور دوسری جگہوں سے مسلمان جوق در جوق مدینہ کی طرف ہجرت کرنے لگے اور وہاں ان کی ایک بڑی جمعیت فراہم ہو گئی، اس وقت مدینہ میں مومنین سابقین دو قسم کے تھے، ایک مہاجرین جو اپنے مقامات سے ہجرت کر کے آئے تھے اور دوسرے انصار جو خود مدینہ کے اصلی باشندے تھے۔

بدوی اعراب وغیرہ میں جن مسلمانوں نے ہجرت نہیں کی تھی ان کا حکم دوسرا ہے۔ نیز کچھ مسلمان ایسے تھے جنھیں ان کافر سرداروں نے قید و بند میں ڈال کر ہجرت سے روک دیا تھا اور کچھ ایسے بھی تھے جو مغلوب ہو کر طاقت ور کفار کے ساتھ رہتے تھے، یہ تمام قسمیں قرآن میں مذکور ہیں اور ان کا حکم ان کے اشباہ و نظائر تا قیامت باقی و نافذ ہے۔

فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يُهَاجِرُوا مَا لَكُمْ مِنْ وَلَايَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيرٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾ [سورہ انفال پ ١٠ ع ٦]

جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور جنہوں نے پناہ دی اور مدد دی وہ باہم دوست ہیں اور جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت نہ کی تم پر ان کی مدد بالکل نہیں یہاں تک کہ ہجرت کریں اور اگر دین کے معاملے میں تم سے مدد خواہ ہوں تو تم پر ان کی مدد لازم ہے۔ بجز ان لوگوں کے مقابلہ میں جن کے اور تمہارے مابین عہد ہے۔ اور جنہوں نے کفر کیا اور باہم دوست ہیں، مسلمانو! اگر یہ کام نہ کرو گے تو زمین میں فتنہ اور بڑا فساد برپا ہو جائے گا جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے پناہ دی اور مدد کی وہی سچے مومن ہیں، ان کے لئے مغفرت اور باعزت رزق ہے۔

اور یہ آخری آیت مومنین سابقین کے متعلق ہے، پھر ان لوگوں کا ذکر ہے جو قیامت تک ان کے پیچھے آنے والے ہیں۔ فرمایا۔

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ﴾ [سورۂ انفال پ ١٠ ع ٦]

اور جو بعد میں ایمان لائے اور ہجرت کی تمہارے ساتھ جہاد کیا وہ تم میں سے ہیں اور قرابت دار کتاب اللہ میں باہم نزدیک تر ہیں اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

اور فرمایا:۔

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ﴾ الخ

مہاجرین و انصار میں سابقون اولون جنھوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اس سے راضی ہوئے۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ۝ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾ [نسآء ٤ پ ٥ ع ١١]

جن لوگوں کی روح فرشتے اس حالت میں قبض کرتے ہیں کہ وہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے ہیں' فرشتے ان سے کہتے ہیں تم کس حالت میں تھے وہ کہتے ہیں ہم زمین میں کمزور تھے وہ کہتے ہیں کیا خدا کی زمین وسیع نہ تھی؟ کہ تم ہجرت کر جاتے؟ ایسے لوگوں کی جگہ جہنم ہے بجز ناتواں مردوں اور عورتوں کے جو نہ کوئی حیلہ رکھتے ہیں نہ راستہ ایسے لوگوں کو شاید اللہ معاف کر دے۔

ہجرت کرنے والے مسلمان دو قسم کے تھے بعض اہل وعیال کے ساتھ آتے تھے اور بعض تن تنہا نکل کھڑے ہوتے تھے۔ انصار انہیں اپنے ہاں مہمان اتارتے تھے۔ کیونکہ انہوں نے بیعت اسی بات پر کی تھی کہ مسلمانوں کو پناہ دیں گے اور ہر طرح کی ہمدردی کریں گے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مہاجر آتا اور اس کی مہمانی پر باہم انصار میں جھگڑا ہو جاتا ہر کوئی اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا آخر قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا جاتا تھا۔ نبی ﷺ نے مہاجرین و انصار میں اتحاد و مواخات قائم کر دی۔ [(الرحیق المختوم) زاد المعاد، لابن قیم]

مہاجرین کی تعداد بتدریج بڑھتی رہی کیونکہ اسلام برابر پھیل رہا تھا اور مخلوق دین الٰہی

کی حلقہ بگوش ہوتی چلی جاتی تھی۔ نبی ﷺ کفار سے بھی بذات خود جہاد کرتے اور کبھی مسلمانوں کی فوجیں بھیجتے تھے، اس سے بھی اسلام کو ترقی ہوئی تھی۔ بہت لوگ صدق دل سے ایمان لاتے تھے اور بہتیرے اسلام کی بڑھتی ہوئی قوت سے مرعوب ہو کر ظاہراً مسلمان ہو جاتے تھے۔ اس طرح مدینہ میں مہاجرین کی کثرت ہوتی جاتی تھی جن میں امیر غریب صاحب عیال اور بے عیال سبھی قسم کے لوگ ہوتے تھے۔

اس صورت حال کا نتیجہ تھا کہ بعض کو رہنے کے لئے کوئی جگہ نہ ملتی تھی اور وہ مجبوراً اس صُفّہ میں پناہ لیتے تھے جو مسجد میں واقع تھا۔ تمام اہل صُفّہ ہمیشہ اکٹھا نہیں رہتے تھے بعض شادی بیاہ کر کے الگ ہو جانے اور گھر گرہستی بنا لیتے تھے اور بعض زمانہ کی مساعدت کا بدستور انتظار کیا کرتے تھے۔ تمام اہلِ صفہ بیک وقت نہیں آئے تھے، بتدریج آئے تھے اور وقتاً فوقتاً کم زیادہ ہوتے رہتے تھے چنانچہ کبھی دس یا اس بھی کم ہوتے اور کبھی بیس، تیس، چالیس، ساٹھ، ستر تک پہنچ جاتے۔

اصحابِ صُفّہ (یعنی جنہوں نے مختلف زمانوں میں صفہ میں پناہ لی) کی مجموعی تعداد کے بارے میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں "چار سو تھے" اور بعض اس سے کم بتاتے ہیں۔ شیخ ابو عبدالرحمٰن سلمی (متوفی ۴۱۲ھ) نے اپنی کتاب "اہلِ صُفّہ" میں ان کے اسماء و حالات جمع کئے ہیں۔ شیخ نساک و صوفیہ کو صوفیہ کے حالات، ان کی معتمد علیہ روایات اور ان کے ماثور اقوال جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔

چنانچہ انہوں نے بزرگانِ سلف خصوصاً ان تمام لوگوں کے حالات جمع کر دیئے ہیں جن کے متعلق انہیں معلوم ہوا کہ اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔ انہوں نے ایک نہایت عمدہ کتاب لکھی ہے جس میں بکثرت قیمتی فوائد ملتے ہیں۔ وہ خود بھی ایک دیندار اور صالح آدمی تھے۔ انہوں نے جو آثار روایت کئے ہیں ان میں بڑا حصہ صحیح ہے لیکن کبھی ضعیف بلکہ موضوع آثار و احادیث بھی یہ جانتے ہوئے کہ وہ غلط ہیں، روایت کر جاتے ہیں۔ بعض حفاظ

حدیث نے ان کے سماع میں کلام ① کیا ہے۔ اسی سبب سے بیہقی رحمہ اللہ جب ان سے روایت کرتے تھے تو کہتے تھے ''حدثنا ابو عبد الرحمن من اصل سماعہ'' لیکن ان جیسے صالحین کے بارے میں ان شاء اللہ تعالیٰ یہ شبہ نہیں کیا جاسکتا کہ قصداً کذب بیانی کی ہو گی بلکہ ہوتا یہ تھا کہ حفظ و مہارت کی کمی کے باعث روایت میں غلطی کر جاتے تھے۔ تمام ناسک و عابد علم میں ہم پلہ نہ تھے بعض حدیث کے حافظ و ماہر تھے۔ جیسے ثابت البنانی، فضیل بن عیاض وغیرہ اور بعض اس درجہ کے نہ تھے اور کمزوری کی وجہ سے روایت میں کبھی غلطی کر جاتے تھے جیسے مالک بن دینار فرقد السنجی وغیرہ۔ ابوعبدالرحمٰن کا بھی یہی حال تھا۔ چنانچہ متکلمین صوفیہ کے جو اقوال و آثار روایت کیے ہیں، ان میں ایک بڑا حصہ علم و ہدایت کا ہے اور ایک حصہ غلط اور باطل ہے۔ یہی حال خود ان کے اپنے اجتہادات کا ہے، بعض قطعاً باطل ہیں اور بعض درست ہیں۔ چنانچہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ وغیرہ سے حقائقِ تفسیر میں جو کچھ نقل کیا گیا ہے موضوع ہے۔ اسی طرح اشارات کی قسم سے جو حصہ روایت کیا ہے اس میں بعض عمدہ امثال اور اچھے استدلال ہیں اور بعض بالکل لغو و باطل ہیں۔ غرضیکہ شیخ ابوعبد الرحمٰن نے اصحابِ صُفّہ، زُہادِ سلف اور طبقاتِ صوفیہ کے سلسلہ میں جو کچھ جمع کیا ہے اس سے جہاں بہت سے فوائد حاصل کیے جاسکتے ہیں، اس کی باطل روایتوں سے احتیاط و اجتناب بھی ضروری ہے۔ یہی حال تمام فقہاء، زُہاد، متکلمین وغیرہ کی روایات و آراء و اذواق کا ہے۔ طالب حق کو چاہیے کہ ان میں سے وہ چیزیں چن لے جن میں علم و ہدایت و حق ہے کہ جسے لے کر خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ مبعوث ہوئے اور وہ چیزیں چھوڑ دے جن کی بنیاد فاسد

---

① حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ان کی تضعیف کی ہے، ابن قطان کا قول ہے کہ وہ صوفیوں کے لیے حدیثیں بنایا کرتے تھے۔ ناظرین متعجب ہوں گے کہ ایسے جلیل القدر لوگ جان بوجھ کر کیوں حدیثیں بناتے تھے، وجہ یہ ہے کہ بہت سے علماء و صوفیہ ترغیب و ترہیب کے بارے میں یہ بات جائز سمجھتے تھے اور کہتے تھے، اگر نیکی کی ترغیب اور بدی کی ترہیب کے لئے ایک جھوٹی حدیث سے کام نکلتا ہے تو اس میں کیا حرج ہے۔ مقصود ہدایت پر صحیح حدیث سے حاصل ہو یا ضعیف اور موضوع سے۔ یہی وجہ ہے کہ اس باب میں بے شمار جھوٹی حدیثیں موجود اور واعظوں اور صوفیوں کے زبانوں پر رائج ہیں۔ لیکن اہل حق اس قسم کے جھوٹ کو بھی اگرچہ کیسے ہی اعلیٰ مقصد کے لئے کیوں نہ ہو ناجائز بتاتے ہیں۔

یا مشکوک آراء واذواق پر ہے کہ جن کی ان کے ہاں بڑی کثرت ① ہے۔ لیکن وہ بزرگ جنہیں امت میں لسان صدق کا مرتبہ ملا ہے جن کی مدح وثنا تمام زبانوں پر ہے تو وہ ائمہ ہدیٰ اور مصابیح دجی ہیں۔ ان کی غلطیاں ان کے حق وصواب کے مقابلہ میں کم ہیں اور جتنی بھی ہیں عموماً اجتہاد کی راہ سے ہیں کہ جن میں ان کے عذر مقبول ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو علم وعدل کی صراط مستقیم پر گامزن ہیں ظلم وجہل سے اتباع ظن سے اور ہوا ونفس کی پیروی سے کوسوں دور ہیں۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ بھیک مانگتے تھے؟

اصحابِ صُفّہ اور دوسرے غریب مسلمانوں کی بابت وہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف صاف دے دیا ہے کہ مستحقِ صدقہ اور مستحقِ فے کون لوگ ہیں۔ فرمایا:

﴿إِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَإِنْ تُخْفُوهَا وَتُؤْتُوهَا الْفُقَرَاءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِنْ سَيِّئَاتِكُمْ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ لَيْسَ عَلَيْكَ هُدَاهُمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ فَلِأَنْفُسِكُمْ وَمَا تُنْفِقُونَ إِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللَّهِ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ خَيْرٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تُظْلَمُونَ لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أُحْصِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ ضَرْبًا فِي الْأَرْضِ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ أَغْنِيَاءَ مِنَ التَّعَفُّفِ تَعْرِفُهُمْ بِسِيمَاهُمْ لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ إِلْحَافًا﴾ [بقرہ پ ۳ ع ۵]

اگر تم اپنی خیرات ظاہر کرو تو اچھا ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دے دو تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے اور یہ دور کرے گا تم سے تمہاری برائیاں ......اور جو کچھ مال تم خرچ کرو تمہارے اپنے لئے ہے اور نہ خرچ کرو مگر رضائے الٰہی کے واسطے اور جو کچھ مال خرچ کرو گے تمہیں پورا مل جائے گا اور تم پر ظلم نہ ہوگا۔ خیرات ان فقیروں کے لیے ہے جو اللہ کی راہ میں چلنے کی وجہ سے بند کئے گئے ہیں، زمین پر چل پھر نہیں سکتے، انہیں بے سوالی کی وجہ سے جاہل مالدار خیال کرتا ہے۔ تم انہیں ان کے چہرے سے پہچان لوگے وہ لوگوں سے اصرار کر کے نہیں مانگتے۔

① ممکن ہے کہا جائے ہم عوام ایسی کتابوں میں حق وباطل کا شناخت کیونکر کریں؟ عذر معقول ہے، لیکن ایسے لوگوں کے لیے بہترین مشورہ یہ ہے کہ اس قسم کی کتابوں ہی سے پرہیز کریں۔ کتاب اللہ اور سنت رسولﷺ میں پوری ہدایت موجود ہے۔ قرآن نے تمام کتابوں سے مستغنی کردیا ہے۔

اور فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ [الحشر پ ۲۸ ع ٤]

(مالِ فئی) اُن فقراء مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھربار سے نکال دیئے گئے ہیں اللہ کا فضل و رضا مندی چاہتے ہیں اور مدد دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو یہی لوگ سچے ہیں۔

اصحابِ صُفّہ اور دوسرے غریب مسلمان اگر حالات مساعد پاتے تو ضرور کسبِ معیشت کرتے تھے اور اس سے اس چیز میں کوئی خلل نہ پڑتا تھا جو خدا کی نظر میں کسب سے زیادہ محبوب ہے لیکن اگر خدا کی راہ میں چلنے کی وجہ سے معیشت کے تمام دروازے بند پاتے اور باوجود کوشش کے مجبور ہو جاتے تو پھر وہ کرتے تھے جس سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قربت حاصل ہو۔

اصحابِ صُفّہ اسلام کے مہمان تھے۔ نبی ﷺ کے گھر میں جو کچھ میسر ہوتا انہیں بھیج دیا جاتا کیوں کہ وہ اکثر اوقات غریب ہوتے تھے اور اتنا نہ رکھتے تھے کہ اپنی روزی پیدا کر سکیں۔ رہا لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرنا تو اس بارے میں ان کا طریقہ وہی تھا، جس پر رسول ﷺ نے صحابہ کی تربیت کی تھی یعنی مستغنی کے لیے سوال حرام قرار ① دے دیا تھا اِلا یہ کہ اپنا حق مانگتے مثلاً حاکم سے سوال کرے کہ اللہ کے مال میں سے میرا حق دلاؤ۔ رہا محتاج تو اگر کوئی چارہ کار باقی نہ رہے تو اجازت دی ہے کہ صالحین اور مالداروں سے سوال کرے بشرطیکہ احتیاج واقعی ہو۔ اس باب میں سنت یہ تھی کہ آپ نے اپنے خواص اصحاب رضی اللہ عنہم کو سوال کرنے سے بالکل منع کر دیا تھا حتی کہ ان میں سے اگر کسی کے ہاتھ سے درہ گر جاتا تو

① سوال سے صرف یہی مطلب نہیں ہے کہ زبان یا ہاتھ سے مانگا جائے بلکہ اپنی ایسی وضع بنانا یا ایسی زندگی اختیار کرنا کہ جسے دیکھ کر لوگ خوامخواہ دیں سوال میں داخل ہے جیسا کہ بہت سے نام نہاد فقرا و مشائخ کرتے ہیں اور 'نذر' کے نام سے مسلمانوں کا روپیہ ناجائز طور پر کھاتے ہیں۔ کاش وہ جانیں کہ یہ ''سحت'' حرام ہے اور خدا کی نظر میں بہت مکروہ ہے۔

کسی سے نہ کہتا تھا ''اٹھادو'' اس سلسلہ میں بکثرت احادیث و آثار و اقوال علماء موجود ہیں جن کی تفصیل کا یہ فتوے متحمل نہیں مثلاً آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

﴿مَا اَتَاکَ مِنْ هٰذَا الْمَالِ وَاَنْتَ غَیْرُ سَائِلٍ لَهٗ وَلاَ مُشْرِقٌ فَخُذْ وَاِلَّا فَلاَ تُتْبِعْهُ نَفْسَکَ①﴾ جو مال تمہارے پاس اس طرح آئے کہ نہ تم نے اسے مانگا نہ اس کے لیے للچائے تو لے لو جو اس طرح نہ ہو اس کا خیال نہ کرو۔

اور فرمایا:

﴿مَنْ یَسْتَغْنِ یُغْنِهِ اللّٰهُ وَمَنْ یَسْتَعْفِفْ یُعِفَّهُ اللّٰهُ وَمَنْ یَتَصَبَّرْ یُصَبِّرْهُ اللّٰهُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً خَیْراً اَوْسَعَ مِنَ الصَّبْرِ②﴾ جو استغنا چاہتا ہے خدا اسے مستغنی کرے گا جو سوال سے بچنا چاہتا ہے خدا اسے بچائے گا، جو صبر کرنا چاہتا ہے خدا اسے صبر دے گا۔ صبر سے بڑا عطیہ کسی کو نہیں ملا۔

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ سَأَلَ النَّاسَ وَلَهٗ مَا یُغْنِیْهِ جَآءَ تْ مَسْئَلَتُهٗ خُلُوْشًا (اَوْ خُمُوْشًا اَوْ کُلُوْشًا) فِیْ وَجْهِهٖ③﴾ جس نے لوگوں سے اس حال میں سوال کیا کہ اس کے پاس ضرورت بھر کا ہے تو اس کا یہ سوال (قیامت کے دن) اس کے چہرے پر خراش بن کر ظاہر ہوگا

اور فرمایا:

لَاَنْ یَّاْخُذَ اَحَدُکُمْ حَبْلَهٗ فَیَذْهَبَ فَیَحْتَطِبُ خَیْرٌ لَهٗ مِنْ اَنْ یَّسْئَلَ النَّاسَ اَعْطَوْهُ اَمْ مَنَعُوْهُ۔ اگر اپنی رسی لے کر جاؤ اور لکڑی چن لاؤ تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے کہ لوگوں سے مانگو، دیں یا نہ دیں۔

---

① صحیحین وغیرہ ② صحیحین

③ احمد اور اصحاب سنن نے روایت کی ہے کہ اس میں ''غنی'' کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ پچاس درہم پاس ہوں۔ گو موجودہ زمانہ میں یہ رقم مستغنی نہیں کرسکتی کیونکہ ضروریات بہت ہیں اور گراں ہیں' تاہم اس وقت بھی ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ کتنی رقم ہونے کی صورت میں انسان دوسروں سے مستغنی ہوسکتا ہے۔

رہی یہ بات کہ کس قدر مانگنا جائز ہے تو خود اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام و خضر علیہ السلام کے قصہ میں بتا دیا ہے کہ دونوں ایک آبادی میں پہنچے اور ''کھانا'' مانگا۔ نبی ﷺ نے اس کی مزید تشریح فرما دی ہے کہ:

﴿لَا تَحِلُّ الْمَسْئَلَةُ اِلَّا لِذِیْ اَلَمٍ مُّوْجِعٍ اَوْ غَرَمٍ مُّفْظِعٍ اَوْ فَقْرٍ مُدْقِعٍ﴾ (۱)

سوال صرف اس شخص کے لئے جائز ہے جسے کوئی سخت بیماری ہو یا جس پر بھاری قرض ہو یا فاقہ کشی میں مبتلا ہو۔

اور جیسا کہ قبیصہ بن مخارق الہلالی سے فرمایا:

﴿یَا قَبِیْصَةُ لَا تَحِلُّ الْمَسْئَلَةُ اِلَّا لِثَلَاثَةٍ: رَجُلٌ اَصَابَتْهُ جَائِحَةٌ اِجْتَاحَتْ مَالَهُ فَسَأَلَ حَتّٰی یَجِدَ سَدَادًا مِنْ عَیْشٍ ثُمَّ یُمْسِکُ وَرَجُلٌ یَحْمِلُ حَمَالَةً فَیَسْأَلُ حَتّٰی یَجِدَ حَمَالَتَهُ ثُمَّ یُمْسِکُ وَمَا سِوٰی ذٰلِکَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ فَاِنَّمَا هُوَ سُحْتٌ اَکَلَهُ صَاحِبُهُ سُحْتًا.﴾ (۲)

اے قبیصہ! سوال صرف تین شخصوں کے لئے جائز ہے: جس کے مال کو کسی آفت نے نازل ہو کر تباہ کر ڈالا اور اس نے سوال کیا یہاں تک کہ روزی مل گئی پھر رک گیا اور وہ شخص جس پر بار ہے پس اس نے سوال کیا یہاں تک کہ بار اتر گیا پھر رک گیا۔ اس کے علاوہ جو سوال ہے حرام ہے اور سوال کرنے والا حرام کھاتا ہے۔

رہی بھیک اور دریوزہ گری تو نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اور نہ اہلِ صفہ میں اور نہ سلف میں کسی اور کا یہ پیشہ تھا کہ زنبیل یا جھولی لے کر در بدر بھیک مانگے' اس پر اکتفا کر کے بیٹھ جائے اور دوسرے راستہ سے رزق پیدا نہ کرے۔ اسی طرح کوئی صحابی ایسا نہ تھا جو زائد مال رکھتا ہو اور زکوٰۃ ادا نہ کرتا ہو یا اپنا مال اللہ کی راہ میں اور مسلمانوں کی ضرورتوں میں خرچ کرنے سے جی چراتا ہو۔ خدا کی راہ میں بخل ادائے حقوق میں تساہل، حدود اللہ سے تجاوز، یہ ظالموں کی صفات ہیں، صحابہ ان سے بالکل پاک تھے ان کی تو وہ شان ہے کہ خود رب العزت نے قرآن میں تعریف کی ہے۔

---

(۱) زاد مسلم

(۲) مسلم

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ نے مسلمانوں سے جنگ کی؟

جو شخص یہ کہے کہ صحابہ عام اس سے کہ اصحابِ صُفّہ ہوں یا کوئی اور یا تابعین یا تبع تابعین میں سے کسی شخص نے بھی کفار کی حمایت کی اور ان کی طرف ہو کر رسول اللہ ﷺ یا آپ کے اصحاب سے جنگ کی یا اُسے جائز سمجھا یا خود یہ خیال کرتا ہو کہ اس طرح کی جنگ جائز ہے تو وہ شخص کج رو ہے، گمراہ ہے' بلکہ کافر ہے۔ اس سے توبہ کرانا واجب ہے' اگر انکار کرے تو اس کا قتل ضروری ہے۔

﴿وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ م بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾ [1]

ہدایت جان لینے کے بعد جو کوئی رسولؐ سے مخالفت کرے اور مسلمانوں کے علاوہ دوسرا راستہ اختیار کرے ہم اُسے ادھر متوجہ کریں گے جدھر متوجہ ہوا ہے اور اسے دوزخ میں ڈالیں گے اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔

اصحابِ صُفّہ اور ان کے امثال ''قراء'' کے جن کے قاتلوں پر نبی ﷺ نے قنوت میں بددعا کی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم میں اعظم ترین ایمان والے رسولِ خداؐ کے ساتھ جہاد کرنے والے اللہ اور اس کے حبیب کی نصرت میں مر مٹنے والے لوگ تھے۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا:

﴿لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ أُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ [2]

(مالِ فئی) ان فقراء مہاجرین کے لئے ہے جو اپنے گھر بار سے نکال دیئے گئے ہیں اللہ کا فضل و رضا مندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے ہیں۔

---

① (النساء پ ۵ ع ۱۴)

② (الحشر پ ۲۸ ع ۴)

اور فرمایا:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ﴾ ①

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں، کفار پر سخت ہیں اور آپس میں رحمدل ہیں انہیں رکوع و سجود کرنے والا پاتے ہیں ان کی علامت سجدہ کے اثر سے ان کے چہروں پر ہے ان کی یہی صفت تورات و انجیل میں ہے مثل کھیتی کے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر قوی کی پھر موٹی ہوئی پھر اپنی جڑ پر قائم ہوگئی اچھی لگتی ہے کھیتی کرنے والوں کو تاکہ ان کے (مسلمانوں کے) ذریعہ کفار کو غصہ دلائے۔

اور فرمایا:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ﴾ ②

اے وہ جو ایمان لائے تم میں سے جو اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ ایک ایسی قوم لائے گا جس سے اسے محبت ہوگی اور جو اس سے محبت کریں گے مومنین پر نرم اور کافروں پر سخت ہوں گے اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے

نبی ﷺ نے متعدد غزوات میں شرکت کی جن میں سے نو میں لڑائی ہوئی مثلاً بدر، اُحد، خندق، حنین۔ بدر میں خدا نے مسلمانوں کو باوجود کمزور ہونے کے فتح یاب کیا، اُحد میں مغلوب ہوئے۔ حنین میں پہلے شکست کھائی پھر لوٹے تو مظفر و منصور لوٹے۔ خندق میں محصور ہوئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے بغیر کسی بڑی جنگ کے دشمنوں کو پراگندہ کیا، تمام جنگوں میں مومنین جن میں اصحابِ صُفّہ اور دوسرے صحابہ بھی نبی ﷺ کے

① (فتح پ ۲۶ ع ۱۲)　② (المائدہ پ ٦ ع ۱۲)

ساتھ ہوتے تھے۔ انہوں نے ایمان کے بعد کفر و کفار کی طرف سے کبھی بھی جنگ نہیں کی۔ اس کے خلاف سمجھنا اور کہنا سخت گمراہی ہے۔

اصل یہ ہے کہ اس طرح کی باتیں کہنے والے مومن، منافق ہیں۔ منافقوں کی دو قسمیں ہیں: ایک وہ ہیں جو اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں اور ان میں زہد و عبادت بھی پائی جاتی ہے مگر ساتھ ہی اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا تک پہنچنے کا راستہ ایمان و اتباع رسول ﷺ کے علاوہ ہے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اولیا میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو رسولؐ کی پیروی سے بے نیاز ہیں جس طرح خضر علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے بے نیاز تھے۔ ان میں ایسے منافق بھی ہیں جو اپنے شیخ یا عالم یا بادشاہ کو نبی ﷺ پر علی الاطلاق یا بعض وجوہ سے فضیلت دیتے ہیں۔ یہ لوگ درحقیقت کافر ہیں اور قیامِ حجت کے بعد ان کا قتل واجب ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو تمام جہان کے لئے مبعوث کیا، عام اس سے کہ جن یا انس زاہد ہوں یا بادشاہ، غرض کوئی بھی آپ ﷺ کی پیروی سے مستغنی نہیں رہا۔ موسیٰ علیہ السلام اور خضر علیہ السلام کا مغالطہ تو چونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے لئے رسول تھے اس لئے خضر پر ان کی اِتباع واجب نہ تھی، چنانچہ انہوں نے ان سے صاف کہہ دیا تھا:

﴿اِنِّیْ عَلٰی عِلْمٍ مِنَ اللّٰهِ عَلَّمَنِیْهُ اللّٰهُ لاَ تَعْلَمُهٗ عَلٰی عِلْمٍ مِنَ اللّٰهِ عَلَّمَکَهُ اللّٰهُ لاَ اَعْلَمُهٗ﴾ [1]

مجھے خدا کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے مجھے سکھایا ہے اور تم اسے نہیں جانتے (اسی طرح) تمہیں خدا کی طرف سے ایک علم ملا ہے جو اس نے تمہیں سکھایا ہے اور میں نہیں جانتا۔

لیکن حضرت محمد ﷺ کی حیثیت یہ نہ تھی، آپ ﷺ کسی خاص گروہ یا قوم کی رہبری کے لئے نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے آفتابِ ہدایت بنا کر بھیجے گئے تھے چنانچہ فرمایا:

﴿وَکَانَ النَّبِیُّ یُبْعَثُ اِلٰی قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَبُعِثْتُ اِلَی النَّاسِ عَامَّةً﴾ [2]

نبی خاص اپنی قوم کے لئے بھیجا جاتا تھا لیکن میں تمام آدمیوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔

---

① (بخاری)

② حوالہ مسلم

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ ① کہہ دو اے لوگو! میں تم سب کے لیے اللہ کا رسول ہوں (وہ اللہ) جسے آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت حاصل ہے۔

اور فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ ② ہم نے تجھے تمام لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

دوسری قسم کے منافق وہ ہیں جو کہتے ہیں اللہ کو تمام مخلوق رب اور پرورندہ مانتی ہے، دینِ الٰہی موافقتِ قدر کے سوا اور کچھ نہیں۔ بت پرستی و خدا پرستی، شرک و خلوصِ عبادت، رجوع الی ماسویٰ اللہ اور حنیفیتِ انبیاؑ وصحفِ سماویہ پر ایمان اور ان سے کفر و اعراض سب برابر ہیں۔ یہ منافق ان لوگوں کو جو ایمان لائے عملِ صالح پر کار بندر ہے اور ان لوگوں کو جنھوں نے کفر کیا اور زمین کو فساد سے بھر دیا یکساں سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک متقین و فجار اور مسلمین و مجرمین ایک ہیں۔ وہ ایمان و تقویٰ اور عمل صالح وحسنات کو بمنزلۂ کفر و عصیان کے قرار دیتے ہیں۔ اہلِ جنت کو مثل اہل جہنم کے اولیاء اللہ کو مثل اعداء اللہ کے سمجھتے ہیں۔ پھر اسے کبھی رضا بالقدر قرار دیتے ہیں اور کبھی توحید وحقیت بتاتے ہیں، ان کی گمراہی کی بنیاد اس بڑی گمراہی پر ہے کہ خدا کے ہاں جو چیز مطلوب ہے وہ ہے توحید ربوبیت ''حقیقت کونیہ'' جس کے تسلیم کر لینے کے بعد سب ہم درجہ ہو جاتے ہیں لیکن اصل یہ ہے کہ یہ گمراہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی بابت خبر دی گئی ہے:۔

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ نِ اطْمَاَنَّ بِهٖ وَاِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ انْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ ③ بعض لوگ ایسے ہیں جو کگر پر سے خدا کی عبادت کرتے ہیں اگر اسے فائدہ حاصل ہوتا ہے مطمئن ہوتے ہیں، اگر امتحان میں پڑتے ہیں الٹے پھر جاتے ہیں۔ ان کی دنیا و آخرت دونوں ضائع ہوئے۔

---

① (الاعراف پ ۹ ع ۱۰) ② (پ ۲۲ ع ۹) ③ (الحج پ ۱۷ ع ۹)

اور ان کے غلاۃ تو اس میں یہاں تک غلو کرتے ہیں کہ کفار کے قتال کو قتال اللہ قرار دیتے ہیں اور کفار و فجار اور بتوں کو خود ذات الٰہی میں سے بتاتے اور کہتے ہیں۔ اس کے وجود میں اس کے علاوہ اور کوئی نہیں، جو کچھ ہے وہی وہ ہے"۔ یعنی جتنی بھی مصنوعات ہیں سب صانع ہیں۔ اور یہ بھی کہتے ہیں:۔

﴿لَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ﴾ اگر خدا چاہتا نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے بزرگ اور نہ کسی چیز سے محروم ہوتے۔

[الانعام پ ۸ ع ۵]

اور کہتے ہیں:

﴿اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗ﴾ کیا ہم اسے کھلائیں جسے اگر خدا چاہتا ضرور کھلاتا۔

[یٰس پ ۲۳ ع ۲]

وغیرہ اقوال و افعال جو یہود و نصاریٰ بلکہ مشرکین و مجوس اور جملہ کفار کے اقوال و افعال سے بھی بدتر ہیں بلکہ وہ فرعون و دجال وغیرہ کے اقوال و افعال کی جنس سے ہیں جو رَبُّ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ اور رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کا انکار کرتے ہیں ﷺ یا کہتے ہیں "ہم ہی اللہ ہیں یا اللہ ہم میں حلول کئے ہوئے ہے۔"

یہ لوگ کتنا ہی اِدعائے اسلام کریں۔ اسلام کی اصل الاصول یعنی شہادت "لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کے منکر ہیں کیونکہ جو توحید مطلوب و واجب ہے یہی ہے کہ صرف خدائے واحد کی پرستش کی جائے اور کسی چیز کو بھی اس کے ساتھ شریک نہ کیا جائے نہ اس کی الوہیت میں نہ اس کی ربوبیت میں۔ رہی محض توحیدِ ربوبیت یعنی یہ اقرار کہ خدا ہر چیز کا خالق ہے تو مشرکین بھی اس کے قائل تھے لیکن باوجود توحید ربوبیت پر ہونے کے مشرک قرار دیئے گئے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ [یوسف، پ ۱۳ ع ۶] ان میں سے اکثر شرک کرتے ہوئے ہی اللہ پر ایمان لاتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں "ان سے پوچھو آسمان و زمین کس نے پیدا کیے!

کہہ دیں گے، اللہ نے! لیکن اس پر بھی غیر اللہ کی عبادت کرتے ہیں" قرآن میں ہے:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (پ ۲۴ ع ۱)

اگر ان سے پوچھو کس نے آسمان و زمین پیدا کیے۔ کہہ دیں گے خدا نے۔

قُلْ لِّمَنِ الْأَرْضُ وَمَنْ فِيْهَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾

پوچھو زمین اور جو کچھ اس میں ہے کس کا ہے...... کہہ دیں گے اللہ کا...... پوچھو ساتوں آسمانوں کا عرش عظیم کا رب کون ہے؟ کہہ دیں گے اللہ...... پوچھو کس کے ہاتھ میں ہر چیز کا قبضہ ہے اور پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلہ میں پناہ نہیں دی جاتی ...... کہہ دیں گے اللہ...... کہیے پس کہاں تم بہکے جاتے ہو۔

[پ ۱۸ ع ۵]

پس کفار و مشرکین بھی اقرار کرتے ہیں کہ اللہ ہی آسمانوں' زمینوں اور تمام کائنات کا خالق ہے۔ کفار میں کوئی ایک بھی نہیں جس نے خدا کی ذات و صفات و افعال میں کسی دوسرے کو اس کا بالکل مساوی شریک گردانا ہو۔ چنانچہ آتش پرست مجوس' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا ماننے والے نصاریٰ، ستاروں اور فرشتوں کے پرستار صابی، انبیا و صالحین کی پوجا کرنے والے جاہل، بتوں اور قبروں پر جھکنے والے غافل کوئی بھی نہیں جو غیر اللہ کو ہمہ وجوہ خدا کا ہم پلہ و شریک مانتا ہو بلکہ باوجود اپنے کفر و شرک کی مختلف شکلوں کے سب کے سب رب العزت کا اقرار کرتے اور اس کی ذات و صفات و افعال میں کسی کو بالکل اس کا مثیل نہیں مانتے لیکن اس پر بھی خدا کی شریعت میں کافر و مشرک بتائے گئے ہیں کیونکہ اگر ربوبیت میں نہیں تو الوہیت میں شرک کرتے ہیں اور اس کے ساتھ غیروں کو معبود ٹھہراتے ہیں۔ ان کی پرستش کرتے ہیں۔ انہیں شریک یا شفیع سمجھتے ہیں۔ یہ اس کی ربوبیت میں بھی دوسرے درجہ کا شرک کرتے ہیں یعنی یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اس کائنات کا خدائے حیی و قیوم

کے علاوہ ایک اور رب اور پرورندہ بھی ہے۔ جو خدا ہی کی مخلوق ہے اور اسی کی ربوبیت سے فیض یاب ہوتا ہے۔

لیکن ربُّ السماوات والارض کو یہ شرک بھی منظور نہیں' اس کی مشیت و حکم یہی ہے کہ میری عبادت میں اور میری ربوبیت میں کسی کو شریک نہ بناؤ بلکہ تنہا میری ہی بے میل پرستش کرو۔ چنانچہ اپنے تمام نبیوں اور اپنی تمام کتابوں کے ذریعہ اس نے یہی پیغام اور حکم بھیجا ہے کہ صرف اللہ وحدہ لاشریک لہٗ کی عبادت کرو۔ فرمایا:

﴿وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ﴾ [الانبیا ۲۱ پ ۱۷ ع ۳]

تم سے پہلے ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا کہ جس کو وحی نہ کی ہو کہ بجز میرے کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

اور فرمایا:

﴿وَاسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ﴾ [الزخرف ۴۳ پ ۲۵ ع ۳]

اپنے پہلے رسولوں سے پوچھو کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے ہیں کہ جن کی عبادت کی جائے۔

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَی اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ﴾ [النمل ۱۶ پ ۱۴ ع ۱۱]

ہم نے ہر امت میں رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے اجتناب کرو پس ان میں سے بعض کو اللہ نے ہدایت کی اور بعض پر گمراہی چھا گئی۔

اور فرمایا:

﴿یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا مِنَ الطَّیِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ○ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ﴾ [المومنون ۲۳ پ ۱۸ ع ۴]

اے رسولو! طیبات کھاؤ اور نیک کام کرو، میں تمہارے عمل سے واقف ہوں اور تمہاری ایک ہی امت ہے۔ اور میں تمہارا رب ہوں پس مجھ ہی سے ڈرو۔

یہ (یعنی توحید) اسلام کی پہلی اصل تھی' اس کے بعد ہی دوسری اصل ہے اور وہ تصدیقِ رسالت واطاعتِ رسول ﷺ ہیں۔ شروع سے لے کر آخر تک تمام انبیا مثلاً نوح و ہود و صالح علیہ السلام سب نے آکر یہی دعوت دی ہے:

﴿اَنِ اعْبُدُوا اللّٰہَ وَاتَّقُوْہُ وَاَطِیْعُوْنِ﴾ خدا کی عبادت کرو اس سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ [نوح ۷۱ پ ۲۹ ع ۹]

پس جس کا یہ عقیدہ نہیں کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں تمام جہانوں کے لئے ہادی بنائے گئے ہیں۔ تمام مخلوق پر آپ ﷺ کی اتباع و پیروی واجب کردی گئی ہے۔ حلال وہی ہے جو آپ ﷺ نے حلال کیا۔ حرام وہی ہے جسے آپ ﷺ نے حرام بتایا۔ دین الٰہی وہی ہے جس کی آپ ﷺ نے تبلیغ کی تو ایسا شخص کافر ہے اور ان منافقین و کفار کے زمرہ میں شامل ہے جو آپ کے دین و شریعت واطاعت سے سرکشی کو (اگرچہ کسی حیثیت سے ہو) جائز رکھتے اور دین اللہ کی تخریب میں کفار و فجار کی اعانت و نصرت روا جانتے ہیں۔

جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اصحابِ صُفّہ نے رسول اللہ ﷺ سے قتال کیا یا کہا کہ ہم تو اللہ کے ساتھ ہیں اور جو کوئی اللہ کے ساتھ ہے ہم بھی اسی کے ساتھ ہیں'' تو وہ سراسر مفتری کذاب ہے۔ ان گمراہوں کی مراد امر الٰہی اور حقیقت دینیہ کو چھوڑ کر وہی ''حقیقت کونیہ'' ہے جس کی طرف ہم ابھی اشارہ کر چکے ہیں۔ اہل تصوف و فقر میں اس طرح کے استدلال کرنے والے وہی لوگ ہیں جو کفار و فجار سے ساز باز رکھتے ہیں ان کی مدد کرتے ہیں، اپنی روح و قلب و توجہ سے ان کی حفاظت کرتے ہیں' شریعتِ محمدیہ سے خروج اپنے لئے بالکل مباح سمجھتے ہیں اور پھر یہ اعتقاد و دعویٰ بھی رکھتے ہیں کہ ہم اولیاء اللہ ہیں! حالانکہ وہ ازسرتاپا ضلالت و گمراہی کا مجسمہ ہیں، اگرچہ کتنے ہی زہد و عبادت کی نمائش کریں۔

اللہ تعالیٰ نے مومن کو مومن کا اور کافر کو کافر کا ولی و مددگار بنا دیا ہے نبی ﷺ نے مارقین اسلام سے مقاتلہ کا حکم دیا ہے حالانکہ ان کی عبادت و ریاضت کا یہ عالم تھا کہ خود ہی فرما دیا:

﴿يَحْقِرُ اَحَدُكُمْ صَلاَ تَهُ مَعَ صَلاَ تِهِمْ وَصِيَامَهُ مَعَ صِيَامِهِمْ وَقِرَا ءَ تَهُ مَعَ قِرَا ءَ تِهِمْ﴾ حوالہ ترمذی، نسائی

تم اپنی نماز ان کی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ ان کے روزے کے سامنے اور اپنی تلاوت ان کی تلاوت کے سامنے حقیر جانو گے۔

لیکن ان کی حقیقت کیا تھی؟

﴿يَقْرَؤُنَ الْقُرْآنَ لاَ يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الْإِسْلَامِ كَمَا يَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ﴾ حوالہ سنن نسائی

قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا، اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر چلہ سے نکل جاتا ہے۔

اس لئے حکم دیا:

﴿اَيْنَمَا لَقِيْتُمُوْهُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ فَاِنَّ فِيْ قَتْلِهِمْ اَجْراً عِنْدَ اللهِ لِمَنْ قَتَلَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَئِنْ اَدْرَكْتُهُمْ لاَ قْتُلَنَّهُمْ قَتْلَ عَادٍ﴾ حوالہ بخاری مسلم

جہاں کہیں انھیں پاؤ قتل کرو کیونکہ ان کے قتل میں قاتل کے لئے خدا کے ہاں قیامت کے دن ثواب ہے اگر میں نے ان کا زمانہ پایا تو انہیں قوم عاد کی طرح قتل کروں گا۔

چنانچہ امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب نے اس فرمانِ نبوی کی تعمیل کی۔ جب یہ گروہ ظاہر ہوا، شریعتِ محمدی سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعتِ امتِ مرحومہ سے باہر ہو گیا تو امیر المومنین نے تلوار اٹھائی اور مقاتلہ کیا۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ شریعت میں ان لوگوں کا کیا حکم ہوگا جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ مومنین کفار کی طرف سے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار چلاتے تھے؟

اسی طرح ان کذابوں کی یہ روایت بھی سراسر افترا ہے کہ اصحابِ صفہ کو سب معلوم ہو گیا تھا جو اللہ نے اپنے رسول سے معراج کی رات فرمایا تھا۔ حالانکہ بقول ان کے خدا نے تاکید کر دی تھی کہ اسے کسی پر ظاہر نہ کریں۔

مگر جب صبح ہوئی اصحابِ صفہ میں اس کا چرچا پایا، اس پر آپ بہت کبیدہ ہوئے مگر خدا نے فرمایا۔ ہاں میں نے تجھے اس کے اظہار کی ممانعت کی تھی لیکن خود میں نے جو تیرا خالق و معبود ہوں، اسے اصحابِ صفہ پر کھول دیا اور یہ اس طرح کی تمام روایتیں سراسر

کذب وافترا بلکہ کفر سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ اس سفید جھوٹ سے بڑھ کر بھی کوئی جھوٹ ہوگا کہ معراج کے قصہ میں یہ فرضی واقعہ اصحابِ صُفّہ سے منسوب کر دیا گیا؟ معراج مکہ میں ہوئی تھی جہاں صفہ اور اصحابِ صُفّہ کا وجود بھی نہ تھا۔ معراج مکہ میں ہونا مسلم ہے۔ خود قرآن میں ہے۔

﴿سُبۡحَانَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ﴾ پاک ہے وہ جو اپنے بندے کو ایک رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ لے گیا کہ جس کے گرد ہم نے برکت دی ہے۔

[بنی اسرائیل، پ ۱۵ ع ۱]

یہی حال ان گمراہوں کی اس جھوٹی روایت کا ہے جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کہنا بیان کرتے ہیں کہ:

﴿كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يَتَحَدَّثُ هُوَ وَ اَبُوۡبَكۡرٍ وَكُنۡتُ كَالزَّنۡجِیِّ بَيۡنَهُمَا﴾ نبی ﷺ اور ابو بکرؓ باتیں کرتے تھے اور میں ان کے مابین زنگی کی طرح ہوتا تھا۔

(حوالہ موضوعات)

حالانکہ یہ بھی ایک صریح بہتان ہے۔ پھر لطف یہ کہ ایک طرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد افضل خلق تھے اس طرح ظاہر کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ اور یار غار کی گفتگو بالکل نہ سمجھ سکتے تھے بلکہ ایک ان پڑھ زنگی کی طرح بیٹھے ادھر ادھر دیکھا کرتے تھے اور دوسری طرف خود اپنے متعلق دعویٰ کرتے ہیں کہ باوجود غیر موجود ہونے کے انہوں نے وہ گفتگو سنی اور خوب سمجھ لی پھر ان دجالوں میں سے ہر دجال اپنی ضلالت وکفریات کو علم الاسرار وحقائق قرار دیتا اور اپنی ہوا وہوس کے مطابق ان کی تفسیر وتشریح کرتا ہے حالانکہ ان کفریات سے ان کی اصلی غرض یا تو الحاد ہے یا تعطیلِ شریعت۔

یہی حال ان کفریہ دعووں کا بھی ہے جو نصیریہ، اسماعیلیہ، قرامطہ، باطنیہ اور حاکمیہ وغیرہ گمراہ فرقے کرتے تھے۔ وہ دین اسلام کے صریح خلاف ہیں اور انھیں حضرت علیؓ بن طالب یا جعفر رحمہ اللہ صادق ائمہ اہلِ بیت کی طرف منسوب کرنا صریح بہتان ہے۔

ائمہ اہل بیت اور دوسرے اولیاء اللہ پر اس قدر افتر پردازی کی رغبت ان دشمنانِ دین وشریعت کو اس وجہ سے ہوئی کہ اہل بیت کو چونکہ رسول مقبول ﷺ سے قرابت نسبی اور اولیاء اللہ صالحین کو قرابت اتصال واتباع حاصل ہے اور اس لئے وہ امت محمدیہ میں عام طور پر مقبول ومحترم ہیں لہذا اپنی گمراہی وضلالت کو خوشنما ومقبول بنانے کے لئے انہوں نے ہر چیز کو ان لوگوں سے منسوب کر دیا اور بہتوں نے ان کے معاملہ میں اس قدر غلو کیا کہ انہیں معبود بنا دیا اور ان سے منسوب گمراہیوں کو کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ، اجماعِ سلف صالح بلکہ خود اہلِ بیت واولیاء اللہ کے حقیقی اجماع پر ترجیح دے دی۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ تمام صحابہؓ سے افضل تھے؟

رہا اصحابِ صُفّہ کو عشرہ مبشرہ اور دوسرے صحابہ پر فضیلت دینا تو یہ سخت غلطی و گمراہی ہے۔ حق یہ ہے کہ اس امت میں اس کے نبی کے بعد سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں جیسا کہ خود امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ موقوفاً و مرفوعاً اور جیسا کہ کتاب و سنت اور اجماعِ سلف صالحین وائمہِ علمِ سنت سے ثابت ہے۔ صاحبیؓن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کا درجہ ہے پھر بقیہ اہل شوریٰ طلحہ بن رضی اللہ عنہ عبید اللہ، زبیر بن رضی اللہ عنہ العوام، سعد بن ابی رضی اللہ عنہ وقاص عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ ابوعبیدہ بن رضی اللہ عنہ الجراح امین ہذہ الامہ اور سعید بن رضی اللہ عنہ زید کا درجہ ہے۔ یہی لوگ عشرہ مبشرہ ہیں اور ان کے حق میں جنت کی شہادت و بشارت موجود ہے۔

اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں صاف فرمادیا ہے:

﴿لَا يَسْتَوِیْ مِنْكُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى﴾

تم میں سے جنھوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی وہ زیادہ بڑے درجے والے ہیں ان لوگوں سے جنھوں نے بعد میں خرچ کیا اور لڑائی کی اور ہر ایک سے اللہ نے بہتری کا وعدہ کیا ہے۔

[پ ۲۷ ع ۱۷]

اس آیت میں خدا نے ان مومنین سابقین کو جنھوں نے فتح حدیبیہ سے پہلے جان و مال سے جہاد کی طرف پیش قدمی کی، ان مومنین پر فضیلت دی ہے جو ان کے بعد آئے ہیں۔ اور فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِیَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾

البتہ خدا مومنین سے راضی ہو جب وہ درخت کے نیچے تم سے بیعت کرتے تھے۔

[فتح پ ۲۶ ع ۱۱]

اور فرمایا

﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ﴾ مہاجرین و انصار میں سے سابقون اولون اور جنہوں نے ان کی نیکی کے ساتھ اتباع کی۔

[التوبہ پ ۱۱ ع ۲]

اصحابِ بدر کی فضیلت اس قدر ثابت ہے کہ سب سے ممتاز ہو گئے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے فضیلت دی ہے۔ ان میں اہلِ صُفّہ اور باقی دوسرے صحابہ داخل ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں کوئی بھی صفہ میں نہ تھا بجز سعد بن ابی وقاص کے کہ جن کے تعلق سے کہا گیا ہے کہ ایک مرتبہ صفہ رہے تھے۔ رہے اکابر مہاجرین و انصار مثلاً خلفاء راشدین، سعد بن معاذ، (اسید) بن حضیر رضی اللہ عنہ، عباد ابن بشر، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، ابی بن رضی اللہ عنہ کعب، وغیرہ تو ان میں سے کوئی بھی صفہ میں نہ تھا۔ اصحابِ صُفّہ عموماً فقراءِ مہاجرین میں سے تھے۔ انصار اپنے وطن میں تھے اور اپنی کفالت خود کرتے تھے۔ اس وقت کوئی بھی اصحابِ صفہ یا کسی دوسرے انسان سے کوئی نذر یا منت نہ مانتا تھا۔

فصل

کیا اصحابِ صُفّہ کو حال آتا تھا؟

رہا سیٹیوں، تالیوں اور ربانی قصائد سننے کے لئے جمع ہونا، عام اس سے کہ سرور کے ساتھ یا بغیر سرور کے تو یہ فعل نہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا، نہ اہلِ صفہ نے سلف صالح کی کسی اور جماعت نے بلکہ تابعین، تبع تابعین بلکہ قرونِ ثلاثہ جو بموجب حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم۔

﴿خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي الَّذِيْ بُعِثْتُ فِيْهِمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ﴾ بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں مبعوث کیا گیا پھر وہ جو ان کے بعد ہے پھر وہ جو ان کے بعد۔ [حوالہ بخاری مسلم]

خیر القرون میں کسی نے بھی نہیں کیا، صدرِ اول میں کوئی شخص بھی اس قسم کے سماع کے لئے جمع نہ ہوتا تھا۔ نہ حجاز میں، نہ شام میں، نہ یمن میں، نہ عراق میں، نہ مصر میں، نہ خراسان میں، نہ مغرب اقصیٰ میں۔ البتہ ایک سماع ضرور ایسا تھا جس کے لئے ان کا اجتماع ہوا کرتا تھا اور وہ قرآن کا سماع تھا نہ کہ تالیوں باجوں اور ہاو ہو کا سماع۔ چنانچہ جب صحابہ (اصحابِ صُفّہ ہوں یا دوسرے) یکجا ہوتے تو ایک سے کہتے قرآن پڑھو۔ وہ تلاوت شروع کرتا اور باقی سب سنتے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اصحابِ صُفّہ کی طرف سے گذر ہوا۔ ان میں ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا۔ آپ ﷺ ان کے ساتھ قرآن سننے کے لئے بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابوموسی رضی اللہ عنہ سے کہا کرتے تھے "یا ابا موسیٰ ذَكِّرْنَا رَبَّنَا (ابوموسی ہمیں ہمارے رب کی یاد دلاؤ) چنانچہ وہ قرأت کرتے تھے اور سب سنتے تھے۔

یہ کہنا صریح کذب و بہتان ہے کہ اصحابِ صُفّہ کے لئے کوئی خاص حاد (گویا) جو اصلاحِ قلوب کے لئے ربانی قصائد گاتا تھا: یا یہ کہ ایک مرتبہ انہیں بعض اشعار پر وجد آ گیا اور کپڑے پھاڑ ڈالے یا یہ کہ ان کی مجلس میں یہ شعر گائے گئے۔

﴿قَدْ لَسَعَتْ حَيَّةُ الْهَوٰى كَبِدِیْ﴾ ﴿فَلَا طَبِيْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ﴾
عشق کے افعی نے مجھے ڈسا ہے نہ کوئی اس کا طبیب ہے نہ جھاڑنے والا
﴿اِلَّا الطَّبِيْبُ الَّذِیْ شَغَفْتُ بِهٖ﴾ ﴿فَعِنْدَهٗ رُقْيَتِیْ وَتِرْيَاقِیْ﴾
بجز اس طبیب کے جس سے مجھے شغف ہے صرف اسی کے پاس میرا منتر اور تریاق ہے

یا یہ کہ نبی ﷺ نے جب فرمایا: ﴿اِنَّ الْفُقَرَآءَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ قَبْلَ الْاَغْنِيَاءِ بِنِصْفِ يَوْمٍ﴾ (فقرا جنت میں اغنیا سے آدھے دن پہلے داخل ہوں گے) تو اس پر شعر کہے گئے اور انہیں وجد آ گیا۔ یہ تمام روایتیں محض کذب وافترا ہیں۔ تمام اہلِ علم وایمان ان کے کذب وبطلان پر متفق ہیں۔ نزاع کرنے والا محض جاہل یا گمراہ ہے اگر کسی کتاب میں اس قسم کی کوئی بات مذکور ہے تو بھی جھوٹ ہے۔

فصل

اصحابِ صُفّہ اور آیت ﴿اصْبِرْ نَفْسَکَ الخ﴾

رہی آیت:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ﴾ الکھف، پ۱۵، ع۱۶

ان لوگوں کے ساتھ برابر رہو جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے ہیں اور اس سے اس کی رضا مندی چاہتے ہیں۔

کہ جس کی بابت سوال کیا گیا تو عام ہے اور ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اس وصف میں داخل ہیں چنانچہ فجر و عصر کی با جماعت نمازیں پڑھنے والے بھی اس کے تحت ہیں کیونکہ وہ بھی اپنے رب کو صبح شام پکارتے اور اس کی رضا و خوشنودی چاہتے ہیں، اس میں اصحابِ صُفّہ کی کوئی قید نہیں۔ یہ وصف رکھنے والے تمام مسلمان اس کے مصداق ہیں۔ اس آیت میں خدا نے اپنے نبیؐ کو حکم دیا ہے کہ اللہ کے ان صالح بندوں کا ساتھ نہ چھوڑیں جو اپنے مالک سے لو لگائے ہیں اور آخرت کی جستجو میں بے قرار ہیں۔ پھر فرمایا: کیا ان کا ساتھ چھوڑنے سے تم دنیاوی زندگی اور اس کی عیش و عشرت چاہتے ہو۔ تُرِیْدُ زِیْنَةَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا (الکھف ۱۸ اپ ۱۵ اع ۱۶) ظاہر ہے کہ اس میں خاص طور پر اصحابِ صُفّہ کا کوئی ذکر نہیں اور یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ ان کے نام کی صریح نہیں مگر اتری انہیں کے حق میں ہے کیونکہ آیت سورہ کہف میں ہے جو ایک مکی سورت ہے اور معلوم ہے کہ مکہ میں اصحابِ صُفّہ نہ تھے۔ یہی حال سورہ انعام کی اس آیت کا ہے۔

وَلاَ تَطْرُدِ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَهٗ مَا عَلَیْکَ مِنْ حِسَابِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِکَ عَلَیْھِمْ مِّنْ شَیْءٍ

اور ان لوگوں کو نہ ہانک دے جو اپنے رب کو صبح شام پکارتے اس کی رضا چاہتے ہیں ان کے حساب میں کچھ بھی تجھ پر نہیں ہے اور نہ تیرے حساب میں سے کچھ ان پر ہے ورنہ اگر تو انہیں

فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظّٰلِمِينَ﴿ ہانک دے تو ظالموں میں سے ہو جائے گا۔

[الانعام ٦ پ ۷ ع ١٢]

ان دونوں آیتوں کا شانِ نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ جب متکبر سردارانِ قریش نے نبی ﷺ سے مطالبہ کیا کہ کمزور اور غریب مسلمانوں کو اگر آپ علیحدہ کر دیں تو ہم پاس آئیں مگر ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے ایسا کرنے سے منع کیا اور حکم دیا ہے کہ باوجود غربت و کمزوری ان مومنین صادقین کا ساتھ نہ چھوڑیں جو رضائے الٰہی کے بھوکے پیاسے ہیں اور اہل ریاست و دولت کی طرف نہ جھکیں جو غریبوں اور کمزوروں کو ذلیل سمجھ کر دور کرنا چاہتے ہیں حالانکہ خدا کی نظر میں امیر و غریب زبردست و زیردست سب برابر ہیں۔ وہاں کوئی اپنی طاقت و مال کے زور سے آگے نہیں بڑھ سکتا اور نہ اپنی بیچارگی و مسکینی کی وجہ سے گر سکتا ہے۔ بلکہ جو چیز اس دربار میں مقبول و مطلوب ہے وہ ایمانِ صحیح اور عملِ صالح ہے۔ پس حکم دیا کہ ان مومنین صادقین کو بدستور ساتھ رکھو اور مغروروں اور غافلوں کی کچھ بھی پرواہ نہ کرو۔ یہ واقعہ ہجرتِ مدینہ سے پہلے کا ہے جب نہ اصحابِ صفہ تھے اور نہ خود صفہ کا وجود تھا۔ لیکن چونکہ آیت عام ہے اس لئے اصحابِ صُفّہ اور جملہ مسلمان اس میں داخل ہو سکتے ہیں۔

فصل

ولیوں کے بارے میں جھوٹی حدیث

رہی حدیث: مَا مِنْ جَمَاعَةٍ يَجْتَمِعُونَ اِلَّا وَفِيهِمْ وَلِيُّ اللّٰهِ[1] تو کذب ہے اور معتبر کتب اسلام میں کہیں موجود نہیں۔ اس کا بطلان محتاجِ دلیل نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے جمع ہونے والی جماعت کافر ہو فاسق ہو اور اسی حالت پر مرے، ظاہر ہے ولی اللہ نہ کافر ہو سکتا ہے نہ فاسق ہو سکتا ہے نہ سوا ایمان کے کسی دوسری حالت پر مر سکتا ہے۔ (موضوعاتِ علامہ علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)

① ترجمہ: ''ہر وہ جماعت جو اکٹھی ہوتی ہے اس میں ایک ولی اللہ ضرور ہوتا ہے۔'' بعضوں نے اس حدیث میں اتنا اور اضافہ کر دیا ہے: لاهم يدرون به ولا هويدري بنفسه. (نہ لوگ) اسے جانتے ہیں اور نہ وہ خود اپنے تئیں جانتا ہے۔) یہ پوری حدیث موضوع ہے۔

فصل

اولیاء اللہ کون لوگ ہیں؟

اولیاء اللہ وہی لوگ ہیں جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔ جیسا کہ خدا نے کتاب میں صاف فرمادیا ہے ان کی دو قسمیں ہیں:۔

مُقْتَصِدُوْنَ اَصْحَابُ الْيَمِيْنِ وَمُقَرَّبُوْنَ السَّابِقُوْنَ ''ولی اللہ'' عدو اللہ کی ضد ہے فرمایا:

﴿اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ.﴾ [یونس ۱۰ پ ۱۱ ع ۱۲]

خدا کے دوستوں پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ وہ جو ایمان لائے اور پرہیز گار رہے۔

اور فرمایا:۔

﴿اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رَاكِعُوْنَ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُوْنَ﴾ [مائدہ پ ٦ ع ۱۲]

تمہارا دوست صرف خدا ہے اور اس کا رسول اور وہ جو ایمان لائے، نماز قائم کرتے، زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول اور مومنین کی دوستی و مددگاری کرے گا تو اللہ کی جماعت ہی غالب رہنے والی ہے۔

اور فرمایا:

﴿لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ﴾

میرے اور اپنے دشمن کو دوست نہ بناؤ کیا تم اسے (شیطان) اور اس نسل کو مجھے چھوڑ کر (دوست ٹھہراتے ہو حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔

صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جس نے کسی میرے ولی سے عداوت کی اس نے خود مجھ سے علانیہ جنگ چھیڑ دی۔ کسی کام میں مجھے اتنا پس و پیش نہیں ہوتا جتنا اپنے اس مومن بندے کی روح قبض

کرنے میں ہوتا ہے جسے موت ناپسند ہے۔ کیوں کہ میں اسے تکلیف دینا پسند نہیں کرتا حالانکہ موت اس کے لئے ضروری ہے۔ سب سے زیادہ جس چیز سے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کرسکتا ہے، میرے فرائض کی ادائیگی ہے۔ میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھے سے برابر نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں محبت کرنے لگتا ہوں تو اس کا کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ حملہ کرتا ہے، اس کا پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، پس وہ مجھی سے سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا ہے، مجھی سے حملہ کرتا ہے، مجھی سے چلتا ہے۔ ''ولی'' وَلِیٌّ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں قرب ونزدیکی ٹھیک اسی طرح جس طرح ''عدو'' ''عدوٌ'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں بعد و دوری پس اللہ کا ولی وہی ہے جو محبوبات و مرضیات میں اس کی موافقت واطاعت کے ذریعہ اس سے قرب و نزدیکی حاصل کرتا ہے۔

مذکورہ بالا حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے دو گروہ ذکر کئے ہیں۔ مُقْتَصِدُوْنَ اَصْحَابُ الیمن ''یعنی جو لوگ جو واجبات کے ذریعہ اس کی قربت حاصل کرتے ہیں اور ''سابقون المقربون'' اور یہ وہ خوش نصیب ہیں جو واجبات کے بعد نوافل ① بھی پورے کرتے اور اس طرح سبقت و قربت کی لازوال دولت سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔ سورۂ فاطر واقعہ (دہر) اور مطففین میں ان جماعتوں کا ذکر موجود ہے اور خدا نے خبر دی ہے کہ جس شراب سے مقرب ہمیشہ سیراب ہوا کریں گے، اس سے اصحابِ یمین کی شراب مزوّج کی جائے گی۔

ولی مطلق وہ ہے جو زندگی کے آخری لمحہ تک ایمان وتقویٰ وصلاح پر مضبوطی سے قائم رہا اور اسی پر اس جہاں سے رخصت ہوا۔ لیکن وہ شخص جو ایمان وتقویٰ رکھتا ہے مگر علمِ الٰہی میں محقق ہے کہ آخر تک ثابت قدم نہ رہے گا تو کیا ایمان وتقویٰ کی حالت میں وہ اللہ کا ولی قرار دیا جائے گا یا کہا جائے گا وہ کبھی بھی ولی نہ تھا کیونکہ خدا کو اس کا خاتمہ معلوم تھا؟ اس مسئلہ میں علماء کا ویسا ہی اختلاف ہے جیسے کہ اس (ایمان کی صحت میں جس کے بعد کفر ہو بعض ایسے ایمان کو صحیح قرار دیتے ہیں اور ان اعمال پر قیاس کرتے ہیں جو کالعدم ہونے کے

① نوافل وواجبات وفرائض سے مقصود صرف ''نمازیں'' نہیں بلکہ تمام اعمال صالحہ عام اس سے کہ عبادت ہوں یا حقوق العباد وغیرہ۔

بعد باطل ہو جاتے ہیں اور بعض اسے سرے سے باطل قرار دیتے ہیں اور اسے روزہ اور نماز پر قیاس کرتے ہیں جو غروب سے یا سلام سے پہلے فاسد ہو جائے۔ اس مسئلہ میں فقہا و متکلمین صوفیہ کے دو قول مروی ہیں۔ اہلِ سنت و حدیث اور اصحابِ احمد میں بھی نزاع ہے اصحابِ مالکؒ و شافعیؒ اسے شرط بتاتے ہیں۔ یہی رائے متکلمین اہلِ حدیث مثلاً اشعری اور متکلمین شیعہ میں سے ایک بڑی جماعت کی بھی ہے اس نزاع پر اس مسئلہ کی بھی بنیاد رکھتے ہیں کہ آیا ولی اللہ کبھی عدو اللہ اور عدو اللہ کبھی ولی اللہ ہو جاتا ہے اور آیا جس سے خدا نے ایک مرتبہ محبت کی اور راضی ہوا کیا اس سے کبھی ناخوش بھی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جس سے خدا ناراض ہوا کیا پھر کبھی اس سے محبت بھی کرتا ہے۔؟ اس بارے میں بھی علماء کے وہی دو قول موجود ہیں جو اوپر بیان ہوئے۔

لیکن تحقیق یہ ہے کہ دونوں قولوں کو جمع کر دیا جائے کیونکہ علمِ الٰہی قدیم ازلی ہے اور اس میں جو کچھ ہے عام اس سے کہ محبت و رضا مندی ہو یا بغض و ناراضی، ہرگز بدلنے والا نہیں پس جس کے متعلق خدا کے علم میں ہے کہ موت کے وقت ایمان و تقویٰ سے متصف ہوگا تو اس سے اس کی محبت و ولایت و رضا مندی ازل و ابد میں متعلق ہو گئی اسی طرح جس کے متعلق خدا کا علم ہے کہ موت کے وقت کافر ہوگا، اس سے اس کی نفرت و عداوت و ناراضی ازل و ابد میں متعلق ہو گئی لیکن بایں ہمہ خدا اس کا سابق کفر و فسق ناپسند کرتا ہے اور اسی بنا پر کہا جا سکتا ہے کہ خود اسے ناپسند کرتا ہے کیونکہ وہ ان افعال سے نفرت کرتا ہے اور ان سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔ نیز ایمان و تقویٰ کی قسم سے ان افعال ہی کی ہدایت کرتا ہے جو اس شخص نے بعد کو اختیار کیے اور ظاہر ہے جس بات کا وہ حکم دیتا ہے اس سے محبت کرتا اور خوش ہوتا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ تمام امت متفق ہے کہ اگر مومن مرتد ہو جائے تو اس کے سابق ایمان کو نماز روزہ حج وغیرہ عبادات کی طرح فاسد قرار نہیں دیا جائے گا جو کمال سے پہلے باطل ہو جاتی ہیں بلکہ ایسی صورت میں وہی حکم لگایا جائے گا جو خود اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرما دیا ہے کہ:

﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْإِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ جو کفر کرے گا اس کا عمل ضائع جائے گا۔

[المائدہ ٥ پ ٦ ع ٥]

اور فرمایا:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ﴾ اگر تو شرک کرے گا تو تیرا عمل ضرور ضائع جائے گا۔ [الزمر ۳۹ پ ۲٤ ع ٤]

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [انعام ٦ پ ٦ ع ١٦] اگر وہ شرک کرتے تو ضرور ان کے عمل ضائع جاتے۔

ورنہ اگر ایمان اول فاسد قرار دیا جائے تو واجب ہوگا کہ اس کے تمام سابق اعمال بھی غیر معتبر ہو جائیں۔ تمام نکاح فاسد، تمام ذبیحے حرام اور تمام عبادتیں باطل قرار دی جائیں حتیٰ کہ اس نے کسی کی طرف سے حج کیا ہے تو حج باطل اگر نماز میں امام رہا ہے تو مقتدیوں کی تمام نمازیں باطل، ان کا اعادہ ضروری اور اگر شہادت دی یا فیصلہ کیا ہے تو یہ شہادت اور فیصلہ دونوں فاسد۔ اسی طرح کہنا پڑے گا کہ وہ کافر جس کا ایمان لانا اللہ کے علم میں محقق ہے اور اس وجہ سے حالتِ کفر میں بھی اس کا محبوب و ولی ہے جب ایمان لے آئے تو اس کے زمانۂ کفر کے تمام اعمال عدمِ محض قرار دے دیئے جائیں۔ حالانکہ یہ دونوں باتیں کتاب و سنت اور اجماعِ امت کے قطعی خلاف ہیں۔

پس جو کہتا ہے کہ ولی اللہ وہی ہے جو موت کے وقت ایمان و تقویٰ سے متصف ہے تو اس کا علم خود ولی اور دوسروں کے لئے بہت مشکل ہے۔ اور جو کہتا ہے کہ ہر متقی مومن ولی اللہ ہو سکتا ہے تو اس کا علم خود ولی اور دوسروں کے لئے نسبتاً آسان ہے لیکن یہ علم بھی بہت کم حاصل ہوتا ہے۔ بنابریں اس بات میں کسی فیصلہ و حکم کی جرأت درست نہیں البتہ جس کی ولایت و نجات نص سے ثابت ہے مثلاً عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم وغیرہ تو عامہ اہل سنت اس کی ولایت و نجات کی شہادت دیتے ہیں۔ رہے وہ بزرگ جنہیں امت میں لسان صدق کا مرتبہ حاصل

ہے اور تمام مسلمان ان کی مدح وثنا پر متفق ہیں تو ان کی ولایت کی شہادت کے متعلق اہلِ سنت میں اختلاف ہے لیکن اولیٰ یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولایت تسلیم کی جائے۔ یہ حکم عام حالات کا ہے لیکن خواصِ امت کبھی خدا کے بخشے ہوئے کشف کے ذریعہ بعض لوگوں کا انجام معلوم کر سکتے ہیں کہ فلاں ولی ہے یا نہیں۔ مگر کشف کا معاملہ ایسا نہیں ہے جس کی عام تصدیق واجب ہو کیونکہ بسا اوقات اس میں غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ صاحبِ کشف سمجھتا ہے کہ کشف ہو گیا حالانکہ حقیقت میں وہ محض ایک ظن ہوتا ہے اور حق سے کوسوں دور اور یہ کچھ بھی عجیب نہیں۔ اصحاب مکاشفات ومخاطبات بھی کبھی اسی طرح وہم اور غلطی کا شکار ہو جاتے ہیں جس طرح اہلِ علم واستدلال کو اجتہاد میں ٹھوکر لگتی ہے۔ اسی لئے سب لوگوں پر عام اس سے کہ اصحاب کشف ہوں یا اصحابِ نظر، واجب ہے کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو مضبوطی سے پکڑیں۔ اپنے مواجید ومشاہدات وآراء ومعقولات کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھیں اور اس سے بے نیاز ہو کر صرف اپنی ذات پر بھروسہ نہ کر لیں چنانچہ امت محمدیہ ﷺ کے سید المحدثین الخاطبین الملہمین حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب کو خود بارہا ایسے حالات وواقعات پیش آجاتے تھے جنھیں آپ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صدیق وتبع وتابع (جو محدث سے افضل درجہ ہے) کے سامنے رکھنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ظاہر ہے اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر ولی کتاب وسنت کے اتباع سے مستغنی نہ ہو سکتے تھے تو پھر اور کون ہو سکتا ہے؟

بنابریں تمام نوعِ انسانی پر رسول کی اتباع واطاعت تمام ظاہری وباطنی امور میں واجب کر دی گئی اور اگر ایسا ہوتا کہ کسی کے پاس خدا کی طرف سے ایسی خبریں آیا کرتیں، جنھیں کتاب وسنت پر پرکھنے کی ضرورت نہ ہوتی تو وہ بلاشبہ اپنے دین وطریقہ میں رسول ﷺ سے مستغنی ہوتا۔ لیکن صورت واقعہ اس کے بالکل خلاف ہے۔ گمراہ اور منافق ہی اس قسم کا خیال کر سکتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت رسول اللہ ﷺ کے ساتھ وہی ہے جو خضر کی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھی حالانکہ جو کوئی یہ اعتقاد رکھے کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللّٰهُ آيَاتِهِ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ﴾ [الحج ۲۲ پ ۲۷ ع ۱۴]

تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول اور نبی بھیجے جب انہوں نے آرزو کی، شیطان نے ان کی آرزو میں القا کر دیا پس اللہ شیطان کے القا کو دور کر دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مستحکم کر دیتا ہے۔ اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

اس آیت کے بموجب خدا نے صرف اپنے نبیوں اور رسولوں کے لیے ذمہ لیا ہے کہ انہیں شیطان کے القا سے محفوظ رکھے گا لیکن محدث یا ولی کے لئے تو اس کا ذمہ نہیں لیا۔ بلاشبہ ابن عباسؓ وغیرہ بعض صحابہ یہ آیت یوں پڑھا کرتے تھے۔ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُوْلٍ وَلَا نَبِيٍّ "والا محدث" إِلَّا إِذَا تَمَنّٰى أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِيْ أُمْنِيَّتِهِ لیکن اس قرأت میں بھی (واللہ اعلم) محتمل ہے کہ نسخ القاء شیطان محدث شامل نہ ہو کیونکہ نسخ کی یہ صورت صرف انبیاء و مرسلین کے لیے مخصوص ہے، اس لئے کہ تنہا وہی معصوم ہیں اور وہ بھی صرف تبلیغ شریعت میں کہ جس میں شیطان کا القا ہونا درست نہیں۔ باقی رہے اور لوگ تو کسی کا بھی معصوم ہونا ضروری نہیں اگرچہ وہ اولیاء اللہ متقین ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ اولیاء اللہ ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ کسی بات میں بھی قابلِ معافی غلطی نہ کریں بلکہ علی الاطلاق ترک صغائر بھی ان کے لئے شرط نہیں بلکہ ترک کبائر حتیٰ کہ وہ کفر بھی جس کے بعد توبہ ہو شرط نہیں چنانچہ قرآن میں ارشاد ہے۔

﴿وَالَّذِيْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖٓ أُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ لَهُمْ مَا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ عَمِلُوْا وَيَجْزِيَهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ [الزمر ۳۹ پ ۲۴ ع ۱]

جو سچائی کو لایا اور جس نے اس کی تصدیق کی وہی متقی ہیں، ان کے رب کے ہاں ان کے لئے وہ سب ہے جو وہ چاہیں گے یہ نیک کرداروں کا بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کے سب سے بدتر عمل کو دور کردے اور انہیں ان کے سب سے اچھے عمل کا بدلہ دے۔

پس اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک طرف ''متقی'' قرار دیا ہے اور متقی ہی اولیاء اللہ ہوتے ہیں لیکن باوجود اس کے وہ گناہ کرتے ہیں اور لِيُكَفِّرَ اللّٰهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِيْ عَمِلُوْا (پ ۲٤ ع ۱) وہ ان کے بدترین اعمال بھی معاف کر دیتا ہے۔ اس مسئلہ میں تمام اہلِ علم و ایمان متفق ہیں اور اگر کچھ خلاف ہے تو غالی روافض اور امثال روافض کا ہے جو مشائخ میں حد درجہ غلو کرتے ہیں۔ چنانچہ روافض کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اثنا عشرہ غلطی اور گناہ سے معصوم ہیں بلکہ انہوں نے اسے اپنے مذہب کی ایک اصل قرار دیا ہے۔ اسی طرح مشائخ میں غلو کرنے والے کبھی کہتے ہیں ولی محفوظ ہے اور نبی معصوم' صرف لفظ کا اختلاف ہے ورنہ معنیٰ ایک ہے۔ پھر ان میں سے بعض زبان سے یہ نہیں کہتے مگر عملاً طریقہ وہی رکھتے ہیں جو اس عقیدہ والوں کا ہے کہ شیخ یا ولی نہ غلطی کر سکتا ہے نہ گناہ بلکہ کبھی یہ دونوں گروہ غلو کرتے اپنے اپنے امام یا شیخ کو نبیؐ کے درجہ تک بلکہ اس سے بھی زیادہ بڑھا دیتے ہیں حتیٰ کہ اس میں الوہیت کی صفات بھی داخل کرنے سے نہیں ڈرتے لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ تمام گمراہیاں جاہلیت کی گمراہیاں ہیں اور نصرانیت کی گمراہیوں کی ہمسری کرتی ہیں، نصاریٰ نے حضرت مسیحؑ اور احبار و رہبان میں جو غلو کیا ہے، خدا نے اسے قرآن میں سخت مذموم قرار دے کر ہمارے لئے عبرت بنا دیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صاف صاف فرما دیا ہے:

﴿''لَا تُطْرُوْنِيْ كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارٰى عِيْسَى بْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدٌ فَقُوْلُوْا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ''﴾

مجھے اس طرح نہ بڑھاؤ جس طرح نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم کو بڑھایا میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس (مجھے) کہو خدا کا بندہ اور اس کا رسول ﷺ۔

فصل

فقراء

رہے ''فقراء'' جن کا ذکر کتاب اللہ میں وارد ہے تو ان کی دو قسمیں ہیں۔ مستحقینِ صدقات اور مستحقینِ فئی۔ مستحقینِ صدقات کا ذکر اس آیت میں ہے۔

﴿اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقَاتِ فَنِعِمَّا هِيَ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا الْفُقَرَآءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ﴾ [بقرہ ۲ پ۳ ع۵] اگر تم خیرات ظاہر کرو اچھی ہے اور اگر اسے چھپاؤ اور فقیروں کو دے دو تو وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسَاكِيْنِ﴾ خیراتیں فقراء و مساکین کے لیے ہیں۔

[توبہ ۹ پ ۳ ع ۱]

قرآن میں جہاں جہاں صرف ''فقرا'' یا صرف ''مسکین'' کا لفظ آتا ہے جیسے آیت ''وَاِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَاكِيْنَ (پ۷ ع۲) تو دونوں لفظوں سے ایک ہی قسم کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔ مگر جب دونوں ایک ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں تو ان سے مقصود الگ الگ لوگ ہوتے ہیں لیکن بہر حال دونوں سے غرض ایک ہی ہے یعنی وہ محتاج جو نہ اپنی روزی رکھتے ہیں نہ کمانے کی قدرت۔ جس مسلمان کی بھی یہ حالت ہو وہ مسلمانوں کے جملہ صدقات کا مستحق ہے۔ فقہاء میں ان مسائل کے بعض فروع میں اختلاف ہے جو اہلِ علم سے مخفی نہیں۔

ان کے برخلاف ''اغنیاء'' ہیں جن پر صدقہ حرام ہے ان کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ واجب ہے اگرچہ جمہور علماء کے نزدیک زکوٰۃ کبھی ان لوگوں پر بھی واجب ہو جاتی ہے جن کے لئے خود زکوٰۃ لینا جائز ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ ہیں جن پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ دونوں گروہوں کے پاس کبھی ان کے ضروری مصارف کے بعد کچھ بچ رہتا ہے۔

ان کے متعلق قرآن میں ہے۔

﴿یَسْئَلُوْنَکَ مَا ذَا یُنْفِقُوْنَ قُلِ الْعَفْوَ﴾ وہ پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں کہو زائد از ضرورت مال۔ [بقرہ ۲ پ ۲ ع ۱۱]

اور کبھی نہیں بچتا اور یہ وہ لوگ ہیں جنھیں خدا نے صرف قوت لایموت اور کفایتِ عیش دیا ہے، اس طرح ایک طرف یہ لوگ ''غنی'' ہیں کیونکہ دوسروں سے مستغنی ہیں، اور دوسری طرف ''فقیر'' ہیں کیونکہ اتنا نہیں رکھتے کہ صدقہ دے سکیں اور یہ جو کہا گیا کہ فقراء اغنیا سے آدھے دن پہلے جنت میں پہنچ جائیں گے تو اس لیے کہ ان کے پاس زائد مال نہیں کہ جس کی آمدنی وخرچ کا حساب کتاب دینا ہو۔ لہٰذا ہر وہ شخص جس کے پاس کفاف سے زیادہ نہیں، ان فقیروں میں سے ہوسکتا ہے جو مالداروں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ علی الاطلاق فقراء اغنیاء سے افضل ہیں کیونکہ مالدار اپنا مال رضائے الٰہی میں صرف کرتے ہیں تو جنت میں داخل ہونے کے بعد ممکن ہے کہ ان فقراء سے جو پیش قدمی کر کے پہلے پہنچ گئے اعلیٰ درجہ حاصل کرلیں ۔ بلکہ یہ یقینی ہے کیونکہ دولت مند صدیقین' سابقین فقراء سے (جو ان سے کم رتبہ ہیں) بلا نزاع سبقت لے جائیں۔ اسی لئے تو فقراء نے جب دیکھا کہ اغنیاء عباداتِ بدنیہ میں ان کے برابر ہوگئے اور عباداتِ مالیہ میں ان سے بازی لے گئے تو کہا:

﴿ذَھَبَ اَھلُ الدُّثُوْرِ بِالْاُجُوْرِ﴾ مالدار تمام ثواب لے گئے۔

[حوالہ بخاری]

اس پر جواب ملا:

﴿ذَالِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ﴾ یہ اللہ کا فضل ہے جس پر چاہے کرے۔

[جمعہ ۲ پ ۲۸ ع ۱۱]

یہ ہے مراد کتاب وسنت میں ''فقیر'' اور ''فقراء'' سے، نہ وہ جو گمراہ بیان کرتے ہیں۔ پھر تمام فقراء کا جنتی ہونا بھی ضروری نہیں کیونکہ مالداروں کی طرح روحانیت میں ان کے بھی درجے ہیں' بعض سابقین ہیں، بعض مقتصدین اور بعض ظالمین لانفسھم

فریقین مومن صدیق بھی ہیں اور منافق زندیق بھی اس لئے کسی جماعت پر کوئی عام حکم لگانا روا نہیں۔

متاخرین کے عرف میں صوفی کی طرح فقیر بھی سالک الی اللہ کا نام ہے، پھر ان میں بعض لفظ صوفی کو ترجیح دیتے ہیں اور بعض فقیر کو کیونکہ ان کے نزدیک صوفی وہ ہے جس نے تمام تعلقات منقطع کر لئے ہیں اور ظاہر میں واجبات کے علاوہ اپنے تئیں کسی چیز سے مقید نہیں رکھا۔ لیکن یہ لفظی اختلافات ہیں اور تحقیق یہ کہ دونوں لفظوں سے وہی معنیٰ مراد ہیں۔ جو "محمود" "صدیق" "ولی" یا "صالح" وغیرہ الفاظ کے ہیں جو کتاب وسنت میں وارد ہیں اور وہی حکم رکھتے ہیں جو شریعت نے مقرر کر دیا ہے۔

رہے وہ مباحات جنھیں فضیلت سمجھا جاتا ہے اور جو حقیقت میں کوئی خاص فضیلت نہیں یا وہ امور جن سے دنیا میں قدر و منزلت بڑھتی ہے تو ان سے امتیاز حاصل کرنا یا انہیں دوسروں کی امداد کرنا کوئی بڑی چیز نہیں' کیونکہ شریعت میں یہ عام اور معمولی بات ہے الا یہ کہ مباح کو مستحب قرار دے لیا جائے تو اس کا حکم دوسرا ہے لیکن وہ امور جو شریعت میں مکروہ ہیں مثلاً بدعت و فجور تو ان سے آلودہ ہونا ہر حالت میں ناجائز اور ان سے دوسروں کو روکنا واجب ہے جیسا کہ شریعت کا حکم ہے۔

فصل

اولیاء کے القاب

رہے وہ اسماء والقاب جو اکثر نساک وعوام کی زبانوں پر جاری ہیں مثلاً ''غوث'' (جس کے متعلق دعویٰ ہے کہ مکہ میں ہوگا) چار ''اوتاد''......سات قطب......۴۰ ''ابدال'' تین سو ''نجباء''......تو یہ اسماء نہ کتاب اللہ میں وارد ہیں اور نہ نبی ﷺ سے منقول ہیں، اور نہ اسناد صحیح سے، نہ ضعیف محتمل سے البتہ ''ابدال'' کے متعلق ایک منقطع الاسناد شامی حدیث حضرت علیؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

اِنَّ فِيهِمْ (يَعْنِىْ اَهْلَ الشَّامِ) اَلْاَبْدَالُ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا كُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَهُ اللّٰهُ مَكَانَهُ رَجُلًا ''(ان میں (شامیوں میں) ابدال ہیں جب بھی ان میں کوئی مرتا ہے خدا اس کی جگہ دوسرے کو بدل دیتا ہے) پھر یہ اسماء اس ترتیب کے ساتھ کلام سلف میں موجود نہیں اور نہ اس ترتیب ومعنی سے ان مشائخ کے کلام میں وارد ہیں جنھیں امت میں قبول عام حاصل ہے وہ اپنی موجودہ صورت میں صرف مشائخِ متوسطین کے ہاں ملتے ہیں۔

یہ اور ایسے ہی بہت سے امور ہیں جو اکثر متاخرین پر مشتبہ ہو گئے ہیں کیونکہ ان میں حق و باطل بری طرح مل جل گئے ہیں' ان میں ایک حصہ حق کا ہے جس کا قبول کرنا ضروری ہے اور ایک باطل کا ہے جسے رد کر دینا چاہئے مگر اکثر لوگ افراط یا تفریط میں پڑ گئے ہیں، چنانچہ ایک گروہ نے باطل حصہ دیکھ کر پوری بات کی تکذیب کر دی اور دوسرے گروہ نے حق دیکھ کر پورے طور پر تصدیق کر دی' حالانکہ چاہئے یہ تھا کہ حق کی تصدیق اور باطل کی تکذیب کی جاتی۔ یہ حالت بھی اس نبوی ﷺ پیشن گوئی کی تصدیق ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ امت اگلی امتوں کے نقش قدم پر چلے گی۔ اہلِ کتاب کی اگلی امتوں نے بھی اسی طرح حق کو باطل سے ملا دیا تھا اور یہی وہ تحریف وتبدیل ہے جو ان کے دین میں واقع ہوئی اور اسی وجہ سے پرانے دین بدلتے رہے۔ کبھی تبدیل وترمیم کے ذریعہ اور کبھی ابطال ونسخ کے ذریعہ۔

لیکن یہ دین کبھی منسوخ ہونے والا نہیں' البتہ اس میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو

اس کے اندر تحریف وتبدیل وکذب وکتمان کے ذریعہ حق کو باطل سے ملا دیں گے۔ مگر ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگ بھی پیدا کرتا رہے جو رسول ﷺ کی جانشینی کا فرض ادا کر کے خلق پر حجت قائم کریں گے' دین کو اہلِ غلو کی تحریف' باطل پرستوں کے افتراء اور جاہلوں کی تاویل سے پاک کریں گے۔ **لِيُحِقَّ الْحَقَّ و يُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۔** [پ۹ع۱۵]

پس یہ اسماء والقاب اس تعداد وترتیبِ درجات کے ساتھ ہر زمانہ میں حق نہیں بلکہ ان کا عموم واطلاق صاف طور پر باطل ہے کیونکہ مومن کبھی کم ہوں گے اور کبھی زیادہ' ان میں کبھی ''سابقون المقربون'' کی تعداد کم ہوگی اور کبھی بڑھ جائے گی۔ پھر ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل بھی ہوں گے، کیونکہ مومنین ومتقین واولیا اور ان میں سے جنھیں سابقون المقربون کا درجہ ملا ہے ان کے لئے یہ ضروری نہیں کہ ہمیشہ ایک ہی مقام پر رہیں اور اپنی جگہ سے نہ ہلیں اور عملاً یہ واقع بھی ہو چکا ہے چنانچہ خود رسول اللہ ﷺ جب مبعوث ہوئے تو مکہ میں صرف چند ہی آدمی ایمان لائے جو شروع میں سات سے بھی کم تھے، پھر چالیس سے کم تھے، پھر ستر سے کم تھے پھر تین سو سے کم تھے۔ پس معلوم ہوا کہ مومنین اولین کی تعداد اتنی بھی نہ تھی جتنی یہ لوگ ان اسماء والقاب کے ساتھ بیان کرتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ان میں کفار و مشرکین کا شمار نہیں ہوسکتا۔

مکہ کی زندگی کے بعد رسول اللہ ﷺ اور صحابہؓ نے مدینہ کو ہجرت کی' کون مدینہ؟ وہ جو دارِ ہجرت وسنت ونصرت تھا' مستقرِ نبوت تھا' مقامِ خلافت تھا، وہیں خلفائے راشدین: ابو بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ وعلی رضی اللہ عنہ (رضی اللہ عنہم) کی بیعت منعقد ہوگئی (گو حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد میں باہر چلے گئے) پس بقول ان کے ''غوث'' مکہ ہی میں کیونکر ہوسکتا ہے، جب کہ یہ خلفاء راشدین مدینہ میں تھے، اپنے زمانہ میں سب سے افضل تھے اور مکہ میں کوئی شخص بھی ان سے بلند رتبہ نہ تھا۔

پھر اسلام دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلا اور مومنین صادقین اولیاء اللہ المتقین بلکہ صدیقین السابقین المقربین ہر زمانہ میں موجود تھے، نہ صرف تین سو' نہ صرف

تین ہزار بلکہ اتنے جن کا شمار بجز خدا کے کوئی نہیں کرسکتا۔ جب خیر القرون ختم ہوگئیں تو قرون خالیہ میں بھی اولیاء اللہ المتقین بلکہ سابقین بکثرت موجود رہے جن کی تعداد کو صرف تین سو میں محدود کرنے والا دانستہ یا نادانستہ ان پر ظلم کرتا ہے۔

''غوث'' اور ''غیاث'' کا مستحق بجز خدا کے اور کوئی نہیں ہوسکتا، وہی قادر وقوی غیاث الْمُسْتَغِيْثِيْنَ ہے۔ وہی ''غَوْثُ الْمَنْكُوْبِيْنَ'' ہے کسی کے لئے جائز نہیں کہ اسے چھوڑ کر کسی ماسوا سے استغاثہ کرے، نہ مقرب فرشتہ سے، نہ نبی مرسل سے، نہ ولی سے۔

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ زمین والوں کی دعائیں' مرادیں' منتیں پہلے تین سو نجباء کے پاس پہونچتی ہیں اور وہ انہیں ستر کے سامنے لے جاتے ہیں اور یہ ستر چالیس ابدال کے سامنے اور ابدال سات قطب کے سامنے اور قطب چار اوتاد کے سامنے اور وہ غوث کے سامنے تو ایسا شخص جھوٹا ہے، گمراہ ہے، مشرک ہے۔ مشرکوں کی حالت خدا نے یہ بیان کی ہے:

﴿وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّا اِيَّاهُ﴾ [پ ۱۰ ع ۷] جب تمہیں سمندر میں تکلیف پہونچتی ہے خدا کے سوا جسے پکارتے ہو گم ہو جاتا ہے۔

اور فرمایا:

﴿اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ﴾ لاچار کی دعا کون سنتا ہے جو وہ اسے پکارتا ہے۔

[النمل ۲۷ پ ۲۰]

پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ مومن اپنی حاجتیں اتنے واسطوں سے اس علام الغیوب تک پہنچائیں۔ حالانکہ وہ فرماتا ہے۔

﴿وَاِذَاسَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ اُجِيْبُ دَعْوَةَالدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ﴾ [بقرہ:۲ پ ۲ ع ۷] جب تجھ سے میرے بندے میری بابت سوال کریں تو میں قریب ہوں پکارنے والے کی پکار سنتا ہوں پس چاہئے کہ میرے حکم کو قبول کریں اور مجھ پر ایمان لائیں تا کہ بھلائی پائیں۔

خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے اہلِ مکہ کے لیے دعا کرتے ہوئے یہی حقیقت بیان فرمائی ہے۔

﴿رَبَّنَآ اِنَّکَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِیْ وَمَا نُعْلِنُ وَمَا یَخْفٰی عَلَی اللّٰہِ مِنْ شَیْءٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ﴾ اے ہمارے رب! تو جانتا ہے اسے جو ہم چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں خدا سے زمین و آسمان میں کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے، تمام ستائش ہے اس خدا کے لئے جس نے مجھے بڑھاپے میں اسماعیل و اسحٰق بخشے، میرا رب دعاء سننے والا ہے۔

(ابراهيم ١٤ پ١٣ ع١٨)

اور خاتم النبیین حضرت محمد ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کو چلا چلا کر تنبیہ کرتے دیکھ کر فرمایا:

﴿اِرْبَعُوْا عَلٰی اَنْفُسِکُمْ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا وَ اِنَّمَا تَدْعُوْنَ سَمِیْعًا قَرِیْبًا اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَهٗ اَقْرَبُ اِلٰی اَحَدِکُمْ مِنْ عُنُقِ رَاحِلَتِهٖ﴾ قابو میں رہو تم کسی بہرے اور غیر موجود کو نہیں پکار رہے ہو، بلکہ سمیع و قریب کو پکارتے ہو جسے تم پکارتے ہو وہ تمہاری سواری کی گردن سے بھی زیادہ تم سے قریب ہے۔

یہ باب واسع ہے اور تمام مسلمانوں نے پوری طرح جان لیا ہے، کہ ان کی اور ان کے مشائخ کی حاجتیں براہِ راست خداوند تعالیٰ کے حضور میں پہنچ جاتی ہیں۔ اور یہ کسی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے اور اس کے مابین ظاہر میں یا باطن میں کوئی واسطہ یا حاجب قرار دے، کیونکہ خدا مخلوق کی مشابہت سے برتر و اعلیٰ و منزّہ ہے، وہ معاذ اللہ جباروں اور بادشاہوں کی طرح نہیں کہ اپنے در پر حاجب اور مخبر کھڑے کرے، اس کا در ہمیشہ کھلا ہے اور اس کی نظریں دلوں کی گہرائیاں تک دیکھ رہی ہیں۔

اور یہ اعتقاد روافض کے اعتقاد کی قسم سے ہے کہ ہر زمانہ میں ایک امام معصوم کا ہونا ضروری ہے جو تمام مکلّفین پر حجت ہو اور جس کے بغیر ایمان کامل نہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ امام ایک بچہ تھا اور چار سو چالیس سال پہلے ایک غار میں جا کر ایسا غائب ہوا

کہ اب اس کا کوئی پتہ نشان نہیں ملتا۔ جو لوگ اولیاء اللہ میں یہ مراتب قائم کرتے ہیں اس لحاظ سے وہ ایک حد تک روافض سے مشابہ ہیں بلکہ یہ ترتیب و تعداد بعض وجوہ سے اسماعیلیہ ونصیریہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی ترتیب و تعداد سے مشابہ ہے جو انہوں نے ''سابق'' ثانی ،ناطق، اساس، جسد وغیرہ کی اصطلاحوں میں قرار دی ہے کہ جس کی کوئی بنیاد نہیں۔

رہے ''اوتاد'' تو بعض صوفیہ کے ہاں یہ لفظ ملتا ہے' چنانچہ کہتے ہیں فلاں اوتاد میں سے ہے' اور مطلب یہ ہوتا ہے کہ خدا ان کے ذریعہ مخلوق کے دلوں میں دین و ایمان اسی طرح مضبوط کرتا ہے جس طرح اس نے زمین اوتاد (میخ مراد پہاڑ) کے ذریعہ مضبوط کردی ہے، مگر اس میں بھی کسی خاص عدد یا جماعت کی تخصیص نہیں بلکہ ہر اس شخص پر اس کا اطلاق ہوسکتا ہے جس کی یہ صفت ہو۔ پس ہر وہ انسان جس کے ذریعہ مخلوق میں علم و ایمان کی مضبوطی ہوتی ہے بمنزلہ اوتاد (عظیمہ و جبالِ راسخہ) کے ہے اور جو ایسا نہ ہو اس کا حکم دوسرا ہے لیکن اوتاد کو چار یا اسی طرح کے کسی عدد سے محدود کرنا درست نہیں۔ دراصل لوگوں نے منجموں کی تقلید میں انہیں چار قرار دیا ہے۔ منجم یہی کہتے ہیں کہ زمین کے چار اوتاد (میخ) ہیں جو اسے پلٹنے سے روکے ہوئے ہیں۔

فصل

قطب وابدال وغیرہ

رہا لفظ ''قطب'' تو وہ بھی صوفیہ کے کلام میں ملتا ہے۔ کہتے ہیں فلاں قطب ہے، مگر اس میں بھی کسی خاص تعداد کی قید نہیں، ہر وہ شخص جس پر دین کا یا دنیا کا معاملہ ظاہر میں یا باطن میں موقوف ہو اس معاملہ کا قطب ہے۔ عام اس سے کہ وہ معاملہ اس کے اپنے گھر کا ہو یا گاؤں کا، شہر کا یا اس کے دین کا یا دنیا کا، ظاہر میں ہو یا باطن میں۔ ظاہر ہے اس بارے میں بھی سات یا کم زیادہ کی کوئی قید نہیں' کیونکہ ممکن ہے کسی زمانہ میں دو یا تین شخص خدا کے نزدیک مساوی درجہ کے ہوں اور یہ ضروری نہیں کہ ہر معاملہ میں صرف ایک ہی یا چار ہی شخص ایسے پائے جائیں جو دنیا بھر سے افضل ہوں لیکن قطبوں میں وہی شخص محمود ہے جو صلاحِ دین کا قطب ہو نہ کہ صرف دنیا کا۔ صوفیہ کے عرف میں قطب کے یہی معنی ہیں۔

اسی طرح لفظ ''بدل'' و ''ابدال'' بھی بہت صوفیہ کے کلام میں آیا ہے۔

رہی حدیث مرفوع: اِنَّ فِیهِمُ الْاَ بْدَالُ اَرْبَعِیْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ مِنْهُمْ رَجُلٌ أَبْدَلَهُ اللّٰهُ مَكَانَهٗ رَجُلًا تو اغلب یہ ہے کہ کلام نبوی ﷺ سے نہیں کیونکہ حجاز ویمن میں ایمان اس وقت سے تھا جب شام وعراق فتح بھی نہیں ہوئے تھے اور سراسر بلاد کفر وشرک تھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس نبوی پیشن گوئی نے واقع ہو کر اس قسم کی تمام باتوں کا فیصلہ کر دیا کہ:

﴿تَمْرُقُ مَارِقَةٌ عَلٰی خَیْرِ فِرْقَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یَقْتُلُهُمْ اَوْلَی الطَّائِفَتَیْنِ بِالْحَقِّ﴾ [نسائی]	مسلمانوں کے سب سے اچھے گروہ پر ایک مارق[1] جماعت خروج کرے گی جسے وہ قتل کرے گا جو طرفین میں زیادہ حق پر ہوگا۔

اہلِ شام نے امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کی۔ امیر المومنین اور آپ کے ساتھی اولیٰ بالحق تھے اور اس طرح اہل شام سے افضل تھے پھر اس جنگ میں شرکت کرنے والے

---

① خارجی دین سے خارج ہونے والی جماعت ۱۲ ابیان اللسان ص ۶۷۹

صحابہ میں حضرت علیؓ کے ساتھی صحابہ رضی اللہ عنہم مثل عمارؓ و سہیلؓ بن حنیف رضی اللہ عنہم وغیرہ معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف کے صحابہ مثل عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے افضل تھے، اگر چہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ وغیرہ جنھوں نے جنگ سے پرہیز کیا طرفین کے صحابہ سے افضل تھے۔ بنا بریں کیونکہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ ابدال جو افضل خلق ہیں سب کے سب شام میں ہوں اور کہیں نہ پائے جائیں یہ قطعاً باطل ہے، بلاشبہ شام اور اہل شام کے لئے بھی فضائل آئے ہیں جو اپنی جگہ پر ثابت ہیں مگر خدا نے ہر چیز کے لئے ایک حد اور درجہ مقرر کر دیا ہے جس سے تجاوز کرنا خلاف دانش ہے، گفتگو ہمیشہ علم اور انصاف کے ساتھ ہونی چاہئے نہ اٹکل اور ناانصافی سے، کیونکہ دین میں جو کوئی بغیر علم کے گفتگو کرتا ہے خدا کے اس قول میں داخل ہے۔

﴿وَلاَ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ﴾ اس چیز کے پیچھے نہ چل جس کا تجھے کچھ علم نہیں۔

[بنی اسرائیل پ ۱۵ ع ٤]

اور:

﴿وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَالاَ تَعْلَمُوْنَ﴾ اور اسے اللہ پر تھوپ دو جو تم نہیں جانتے۔

[بقرہ ۲ پ ۲ ع ٥]

اور جو عدل و انصاف چھوڑ کر گفتگو کرتا ہے خدا کے اس قول سے باہر ہے کہ:

﴿يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوَّامِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ ایمان والو! عدل کو خوب قائم کرنے والے اور اللہ کے گواہ بنو۔

[نساء ٤ پ ٥ ع ١٧]

اور:

﴿وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا﴾ جب کہو تو انصاف کرو۔

[الانعام ٦ پ ٨ ع ٦]

اور:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَامَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ [پ۲۷ ع۱۹]

ہم نے اپنے رسول نشانیوں کے ساتھ بھیجے اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کی تا کہ لوگ انصاف سے رہیں۔

جن لوگوں کے یہاں ابدال کی اصطلاح رائج ہے۔اس سے انہوں نے چند معانی مراد لئے ہیں ''ابدال'' بدل کی جمع ہے اوران کی اصطلاح میں ابدال کوابدال اس لیے کہتے ہیں کہ جب ان میں سے کوئی مر جاتا ہے تو خدااس کی جگہ دوسرے کے لئے بدل دیتا ہے ۔یااس لئے کہ ابدال نے اپنے اخلاق و اعمال وعقائد کی برائیاں حسنات سے بدل دی ہیں۔لیکن ظاہر یہ ہے یہ صفت چالیس یا کم زیادہ سے مخصوص نہیں اور نہ کسی ایک سرزمین کے باشندوں میں محدود ہوسکتی ہے۔اسی قسم کے معانی ''نجبا'' کی اصطلاح میں بھی مراد لئے جاتے ہیں۔

ان اصطلاحوں کوعلی الاطلاق نہ تسلیم کرنا چاہئے نہ بالکل رد کر دینا چاہئے کیونکہ ان کے معانی میں بعض معنی درست ہیں اور بعض غلط اور کتاب وسنت واجماع سے باطل ہیں مثلاً بعضوں نے غوث کے معنی یہ بیان کئے ہیں کہ خدا کے اس واسطہ سے انسانوں کی روزی وتنگی اور تکلیف ومصیبت میں مدد ونصرت کرتا ہے حالانکہ یہ خیال اسلام کے خلاف اورنصاریٰ کے عقیدہ کے مشابہ ہے جو وہ اس باب کے متعلق رکھتے ہیں کہ جس کا کہیں کوئی پتہ نہیں یاامام منتظر کے عقیدہ کی طرح ہے۔جواب سے چارسو چالیس سال پہلے غار میں جا کر غائب ہوگیا

جوکوئی یہ کہتا ہے کہ مخلوق کوصرف چالیس ابدال کے ذریعہ روزی اور مددملتی ہے، صریح وہموں میں پڑا ہے۔روزی اور کامیابی کا مدار اسباب پر ہے جن میں سب سے قوی سبب مومن مسلمانوں کی دعا نماز اوراخلاص ہےاور یہ چالیس یا کم زیادہ میں محدود نہیں جیسا کہ مشہور حدیث میں مروی ہے کہ سعد رضی اللہ عنہ بن ابی وقاص نے عرض کیا۔یارسول اللہ!

﴿اَلرَّجُلُ يَكُوْنُ حَامِيَةَ ا لْقَوْمِ اَيُسْهَمُ لَهٗ مِثْلَ مَا يُسْهَمُ لِضَعْفَتِهِمْ؟ فَقَالَ يَا سَعْدُ وَهَلْ تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ اِلَّا بِضُعَفَائِكُمْ بِدُعَائِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَاِخْلَاصِهِمْ﴾

وہ شخص جنگ کی صفوں میں ہے، اسے بھی اتنا ہی حصہ ملے گا جتنا کمزوروں اور لاچاروں کو؟ فرمایا اے سعد تمہیں جو کچھ فتح اور رزق ملتا ہے وہ تمہارے کمزوروں ہی کی وجہ سے ملتا ہے، ان کی دعا نماز اور اخلاص کی وجہ سے۔

اور کبھی روزی و فتح مندی کے دوسرے اسباب ہوتے ہیں' چنانچہ کفار و فجار کو بھی کبھی دولت و نصرت ملتی ہے اور مسلمانوں پر کبھی قحط و وبا نازل ہوتی ہے۔ خدا انہیں دشمنوں سے ڈراتا بھی ہے تاکہ اس کی طرف رجوع کریں' گناہوں سے توبہ کریں اور وہ ذات پاک ایک طرف ان کے گناہ معاف کر دے اور دوسری طرف مصائب و آلام دور کر کے شادکام کر دے پھر کبھی وہ کفار کو ڈھیل دیتا ہے، ان پر بارش برساتا ہے' ان کے مال و اولاد میں ترقی دیتا ہے سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ (اعراف ۷) تاکہ یا تو دنیا ہی میں سختی سے پکڑے جائیں اور یا آخرت میں دوہرے عذاب میں گرفتار ہوں۔ یاد رکھنا چاہئے ہر خوشی نعمت نہیں ہے اور نہ ہر سختی عقوبت ہے۔ فرمایا:

﴿فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَاابْتَلَاهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَنَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَكْرَمَنِ ۝ وَاَمَّا اِذَا مَا ابْتَلَاهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا﴾ [پ ۳۰ ع ۱۴]

انسان کا یہ حال ہے کہ جب اس کا رب اسے آزماتا ہے پس اسے عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے معزز کیا ہے اور جب اس پر امتحان کی راہ سے رزق تنگ کرتا ہے تو کہتا ہے میرے رب نے مجھے ذلیل کیا، ہرگز نہیں!

فصل

کیا ولی اچانک غائب ہو جاتے ہیں؟

اولیاء انبیاء و مرسلین میں کوئی ایسا نہیں ہوا جو ہمیشہ لوگوں کی نظروں سے غائب رہتا ہو بلکہ یہ تو ویسی ہی بات ہے جیسی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق گمراہ کہتے ہیں کہ آپ بادلوں میں ہیں' یا یہ کہ محمد بن حنفیہ رضوی پہاڑ میں ہیں، یا یہ کہ محمد بن الحسن رضی اللہ عنہ سامرا کے غار میں ہیں، یا یہ کہ حاکم بامر الله فاطمی المقطم پہاڑ میں ہے۔ یا یہ کہ ابدال رجال الغیب کوہ لبنان میں چھپے بیٹھے ہیں۔

یہ اور اسی قسم کے تمام اقوال محض کذب و بہتان ہیں۔ بلاشبہ کبھی کسی کسی شخص کے حق میں خرقِ عادت ہوتا ہے اور وہ لوگوں کی نظر سے دشمن کے ڈر یا کسی اور وجہ سے مخفی بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن علی الاطلاق دعویٰ کرنا کہ یہ لوگ عمر بھر غائب رہتے ہیں قطعاً باطل ہے۔ ہاں اگر اس سے مقصود یہ ہے کہ اپنے قلبی نور' باطنی ہدایت اور انوار و اسرار و امانت و معرفت الٰہی میں محویت کی وجہ سے ولی دنیا میں ہونے کے باوجود دنیا والوں سے غائب رہتا ہے' یا یہ کہ اس کی صلاح و ولایت کور بصروں سے مخفی رہتی ہے تو یہ درست اور امر واقع ہے۔ اللہ اور اس کے اولیاء کے مابین بہت سے اسرار ایسے ہوتے ہیں جنھیں اکثر لوگ نہیں جانتے۔

فصل

خاتم الاولیاء

لفظ غوث کا علی الاطلاق بطلان ہم بیان کر چکے ہیں جس میں ''غوث عرب'' غوثِ عجم، غوثِ مکہ اور ''ساتواں قطب'' سب داخل ہیں۔ اسی طرح لفظ خاتم الاولیاء بھی ایک بے معنی اور باطل لفظ ہے۔ سب سے پہلے جس شخص نے یہ لفظ استعمال کیا وہ محمد بن علی الحکیم الترمذی ہے۔ ایک خاص گروہ نے یہ لقب اختیار کر لیا ہے اور اس کا ہر فرد خاتم الاولیاء ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مثلاً ابنِ حمویہ اور ابن العربی وغیرہ۔ یہی نہیں بلکہ ساتھ ساتھ یہ دعوی بھی کیا جاتا ہے (معاذ اللہ) بعض اعتبارات سے ہم رسول اللہ ﷺ سے بھی افضل ہیں! اور یہ تمام کفریہ دعویٰ محض اس لالچ میں کہ خاتم الانبیاء (ﷺ) کی مسندِ ریاست مل جائے۔

حالانکہ یہ لوگ سخت غلطی اور گمراہی پر ہیں، خاتم الانبیاء کو سب سے افضل اس لئے کہا گیا کہ نصوص و دلائل ثبوت میں موجود ہیں، برخلاف اولیاء کے جنھیں یہ بات حاصل نہیں۔ اس امت میں سب سے افضل وہ اولیاء ہیں جو مہاجرین و انصار میں سابقون الاولون ہیں اور اس امت کے نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہما ہیں اور اس کے زمانوں میں سب سے افضل وہ زمانہ ہے جس میں اس کے نبی کی بعثت ہوئی پھر وہ زمانے ہیں جو بعد میں آتے گئے۔ رہا ''خاتم الاولیاء تو اگر واقعی اس کی کوئی حقیقت ہے تو وہ آخری مومن متقی ہے۔ جو اس دنیا میں باقی رہ جائے لیکن وہ نہ تو خیر الاولیاء ہوگا اور نہ افضل الاولیاء کیونکہ خیر الاولیاء و افضل الاولیاء ابو بکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہما ہیں کہ (انبیاء کے بعد) جن سے افضل پر کبھی سورج نہ طلوع ہوا، نہ غروب ہوا اور نہ کبھی ہوگا۔

فصل

قلندری

رہے یہ داڑھی منڈے قلندری تو جاہل و گمراہ ہیں ضلالت و جہالت کے مجسمے ہیں ان میں سے اکثر اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کافر ہیں نماز و روزہ کو واجب نہیں جانتے، جو کچھ اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے اسے حرام نہیں سمجھتے۔ دین حق کو نہیں مانتے بلکہ ان میں سے بہتیرے یہود و نصاریٰ سے بھی کافر ہیں، وہ نہ اہلِ ملت ہیں نہ اہلِ سنت۔ ممکن ہے ان میں کوئی مسلمان بھی ہو لیکن بہر حال یا مبتدع و گمراہ ہے یا فاسق و فاجر ہے۔ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ "قلندر" عہدِ نبوی میں موجود تھا مفتری و کذاب ہے۔

اس فرقہ کی اصلیت یہ بیان کی گئی ہے کہ شروع میں وہ ایرانی نساک کی ایک جماعت تھی جو اداءِ فرائض و واجبات اور اجتنابِ محرمات کے بعد راحتِ قلب کی جستجو و عمل میں رہتی تھی (ابو حفص رحمہ اللہ سہروردی نے اپنے "عوارف" میں بیان کیا ہے) مگر بعد میں اس نے واجبات ترک کر دیئے اور ملامیہ فرقہ کی طرح ظاہر میں محرمات کا ارتکاب کیا کہ اپنی نیکیاں چھپاتا اور ظاہری حالت میں ایسی رکھتا ہے کہ اس کی موجودگی میں اس کے صلاح و تقویٰ کا خیال نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں تک بھی غنیمت تھا کیونکہ ایسی حالت رکھنے والا اپنی نیک نیتی کی بنا پر ماجور ہے۔ اس کے بعد حالت اور بدتر ہو گئی اور اس فرقہ کے لوگ سراسر مکروہات میں پڑ گئے پھر معاملہ اور آگے بڑھا۔ ان کی ایک جماعت فواحش و منکرات و محرمات میں غرق ہو گئی فرائض و واجبات ترک کر دیئے اور یہ خیال کر بیٹھی کہ اس طرح ملامیہ فرقہ میں داخل ہو گئی۔ واقعی یہ لوگ اپنے صرف اس خیال میں بالکل سچے ہیں کیونکہ "ملامیہ" بن کر وہ دنیا و آخرت میں خدا کی طرف سے ملامت و خواری کے مستحق و مورد ہو گئے ہیں۔

ان سب کو تعزیر و تنبیہ واجب اور انہیں اس ملعون شعار سے روکنا ضروری ہے۔ صرف انہیں نہیں بلکہ ہر اس شخص کو جو بدعت و فجور کا ارتکاب کرے یا لوگوں کی اعانت کرے۔ اس قسم کے تمام نام نہاد ناسک، فقیہ، عابد، فقیر، زاہد متکلم، فلسفی اور ان کے معین و

مددگار بادشاہ، امراء کتاب، محاسب، اطبا، اہلِ دیوان، عوام سب کے سب ہدایتِ الٰہی اور دینِ حق سے خارج ہیں کہ جسے دے کر خدا نے اپنے رسول کو باطن وظاہراً مبعوث کیا۔ یہی حکم ان لوگوں کا ہے جو اعتقاد رکھتے ہیں کہ شیخِ طریقت رزق دیتا ہے امداد واعانت کرتا ہے ہدایت بخشتا، مشکلات میں دستگیری کرتا ہے یا جو شیخ کی عبادت کرتے ہیں، اس سے دعا مانگتے ہیں۔ اسے سجدہ کرتے ہیں یا اسے رسول اللہ ﷺ پر علی الاطلاق یا کسی جہت سے بھی فضیلت دیتے ہیں یا یقین کرتے ہیں کہ وہ اور ان کا شیخ رسول کے اتباع سے مستغنی ہیں، سو یہ تمام کے تمام کفار ہیں اگر اپنے مسلک کا اظہار کریں اور اگر چھپائیں تو منافق ہیں۔

اس زمانہ میں ان لوگوں کی کثرت وشوکت ان کے اہلِ حق ہونے کی دلیل نہیں۔ کیوں کہ ان کا یہ تمام عروج محض اس وجہ سے ہے کہ اکثر ممالک میں دعاۃِ علم و ہدایت کی قلت ہے اور آثارِ نبوت ورسالت میں فتور آگیا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ ہیں کہ جن کے دامنِ آثارِ رسالت اور میراث نبوت سے خالی ہیں کہ جو ہدایت کی شناخت کا ذریعہ ہے اور بہتیرے ایسے بھی ہیں کہ جن کے کان اب تک حق کی صداؤں سے بالکل ناآشنا ہیں۔ لیکن اہل ایمان کو مایوس نہ ہونا چاہئے فترۃ وخلو کے ایسے زمانوں میں انسانوں کو اس کے قلیل ایمان پر ثواب ملتا ہے اور ارحم الراحمین اس شخص کے لیے جس پر حجت قائم نہیں ہوئی وہ باتیں معاف کر دیتا ہے جو ان لوگوں کو معاف نہیں ہوسکتیں جن پر حجت قائم ہو چکی ہے جیسا کہ حدیث مشہور میں ہے کہ فرمایا:

﴿يَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَعْرِفُوْنَ فِيْهِ صَلٰوةً وَلَا صِيَامًا وَلَا حَجًّا وَلَا عُمْرَةً اِلَّا الشَّيْخَ الْكَبِيْرَ وَالْعُجُوْزَ الْكَبِيْرَ يَقُوْلُوْنَ اَدْرَكْنَا اٰبَائَنَا وَهُمْ يَقُوْلُوْنَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ [موضوعات کبیر]

لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا وہ نہ نماز جانیں گے نہ روزہ، حج نہ عمرہ بجز بوڑھوں اور بڑھیوں کے جو کہیں گے ہم نے اپنے بزرگوں کو لا الہ الا اللہ کہتے سنا ہے۔

اس پر حضرت حذیفہ بن الیمان سے سوال کیا گیا ”وَمَا تُغْنِيْ عَنْهُمْ لَا اِلٰهَ اِلَّا

اللّٰہُ؟ (لا الہ الا اللہ سے انہیں کیا فائدہ ہوگا۔ فرمایا:

تُنۡجِیۡھِمۡ مِنَ النَّارِ ،تُنۡجِیۡھِمۡ مِنَ النَّارِ، تُنۡجِیۡھِمۡ مِنَ النَّارِ انہیں دوزخ سے بچائے گا دوزخ سے بچائے گا، دوزخ سے بچائے گا۔

اصل اس باب میں یہ ہے کہ ہر وہ قول جو کتاب یا سنت یا اجماعِ امت سے کفر ثابت ہے اس پر دلیلِ شرعی کی وجہ سے کفر کا حکم لگایا جائے گا اور یہ اس لئے کہ ایمان صرف ان احکام سے ماخوذ ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے ہم کو پہنچے ہیں۔ اور جن میں لوگوں کے لئے اپنے ظنون واوہام کی بنا پر خیال آرائیاں جائز نہیں ہیں مگر ساتھ ہی یاد رکھنا چاہیے کہ کفریہ قول کے قائل پر کافر ہونے کا حکم نہ لگایا جائے گا یہاں تک کہ اس کے حق میں کفر کی شرطیں ثابت اور موانع دور ہو جائیں مثلاً اگر کوئی تازہ نو مسلم صحرا کا رہنے والا بدو کہہ دے کہ شراب یا سود حلال ہے یا اللہ اور رسول کا کلام سن کر انکار کر بیٹھے کہ یہ قرآن یا حدیث نہیں ہے جیسا کہ سلف میں بعض لوگ کسی کسی بات کا انکار کر دیا کرتے تھے، یہاں تک کہ اس کی صحت معلوم ہو جائے اور جیسا کہ بعض صحابہ کبھی کسی مسئلہ میں شک کرنے لگتے تھے (مثلاً رویتِ الٰہی وغیرہ مسائل) یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کرتے۔ یا جیسا کہ ایک شخص کی حکایت مروی ہے کہ اس نے کہا کہ جب میں مروں تو مجھے پیسنا اور میری خاک سمندر میں جھڑک کر بہا دینا تاکہ میں خدا کی نظر سے گم ہو جاؤں وغیرہ اقوال تو گو وہ کفر ہیں مگر ان کا قائل کافر نہیں یہاں تک کہ حجتِ رسالت قائم ہو جائے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔

﴿لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ﴾ تاکہ رسولوں کے بعد لوگوں کے لئے خدا کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے۔

اور جیسا کہ ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے خطا ونسیان کو اس کے حق میں معاف کر دیا ہے۔ اس استفسار کے اصولی مسائل پر ہم دوسری کتابوں میں مفصل بحث کر چکے ہیں، یہ جواب اس سے زیادہ تفصیل کا متحمل ہے۔

فصل

نذر، منت

رہا قبور یا اہلِ قبور پرستارانِ قبور کو نذر پیش کرنا عام اس سے کہ انبیا کی قبریں ہوں یا اولیاء وصالحین کی تو وہ نذر حرام، باطل اور بتوں کی نذر سے مشابہ ہے، عام اس سے کہ تیل کی ہو یا موم بتیوں کی یا کسی اور چیز کی۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ﴾ ①
قبروں پر جانے والیوں اور ان کو مسجدیں قرار دینے اور چراغ جلانے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔

اور فرمایا:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَالنَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ﴾ ②
یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔

اس حدیث میں اہلِ کتاب کے اس عمل سے ڈرایا گیا ہے اور فرمایا:

﴿اِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوْا يَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اَلاَفَلاَ تَتَّخِذُوْا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّيْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَالِكَ﴾ ③
تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، دیکھو قبروں کو مسجد نہ بنانا میں تمہیں اس سے منع کئے دیتا ہوں۔

اور فرمایا:

﴿اَللّٰهُمَّ لاَ تَجْعَلْ قَبْرِىْ وَثَنًا يُّعْبَدُ بَعْدِىْ﴾ ④ (رواہ مالک فی الموطا)
خدایا میری قبر کو بت نہ بنا کہ میرے بعد پوجی جائے۔

تمام ائمہ دین متفق ہیں کہ قبروں پر مساجد کا بنانا، پردوں کا لٹکانا، ان سے منتیں ماننا، ان کے نزدیک سونا چاندی رکھنا ناجائز ہے۔ اور اس قسم کے مال کا حکم یہ ہے کہ اسے لے کر مسلمانوں کے قومی کاموں میں صرف کر دیا جائے اگر اس کا کوئی معین مستحق نہ ہو پھر اس پر

---

① رواہ ابوداؤد والترمذی والنسائی والحاکم من حدیث ابن عباس بلفظ زائرات۔
② رواہ البخاری والمسلم وغیرھا عن عائشہ
③ صحیح مسلم عن عائشہ، نیز حدیث میں صراحت ہے کہ آپؐ نے یہ فرمان وصال (وفات) سے پانچ دن پہلے فرمایا تھا۔

بھی سب کا اتفاق ہے وہ تمام مسجدیں ڈھادی جائیں جو قبروں پر بنائی گئی ہیں۔ عام اس سے کہ کسی کی قبر کیوں نہ ہو کیونکہ یہ اسباب بت پرستی میں ایک بہت بڑا سبب ہے۔ فرمایا:

﴿وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا وَقَدْ اَضَلُّوْا كَثِيْرًا﴾ [نوح پ۲۹ ع] انہوں نے کہا کہ نہ ود کو نہ سواع کو نہ یغوث ویعوق ونسر کو چھوڑنا، اور انہوں نے بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔

علماءِ سلف میں ایک جماعت کا خیال ہے ود وسواع ویغوث وغیرہ صالح لوگوں کے نام ہیں، جب مر گئے تو لوگوں نے ان کی قبریں بنائیں، ان کی تعظیم کی۔ ہوتے ہوتے عبادت کرنے لگے، نیز ائمہ کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

﴿مَنْ نَذَرَ أَنْ يُطِيعَ فَلْيُطِعْهُ وَمَنْ نَذَرَ أَنْ يَعْصِيَ اللّٰهَ فَلَا يَعْصِهِ﴾ (بخاری و احمد، السنن الاربعه) جس نے اللہ کی اطاعت کے لئے منت مانی، اطاعت کرے اور جس نے خدا کی نافرمانی کے لئے مانی، ہرگز نافرمانی نہ کرے۔

لیکن اس پر کفارۂ یمین ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے۔

﴿لَا نَذَرَ فِيْ مَعْصِيَةٍ وَكَفَّارَتُهُ كَفَّارَةُ يَمِيْنٍ﴾ (احمد و اصحاب سنن عن عائشة) معصیت میں نذر نہیں اور اس کا کفارہ قسم کا کفارہ ہے۔

لیکن بعض ایسی نذر ماننے والے پر کوئی کفارہ بھی واجب نہیں ٹھہراتے اور صرف توبہ واستغفار کو کافی سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ جتنی نذر مانی ہو اسی قدر جائز ومشروع کاموں میں صرف کر دیا جائے مثلاً اگر روشنی کی نذر ہے تو اس کا تیل مساجد کی روشنی میں صرف کر دے۔ اگر نقد کی نذر ہے تو اسے غریب مسلمان خود پیر یا پیر کے عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ حکم عام ہے کسی قبر سے رجوع کرنا جائز نہیں نہ سیدہ نفیسہ کی قبر سے اور نہ نفیسہ سے بڑوں کی قبر سے عام اس سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہوں مثلاً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ وزبیر رضی اللہ عنہما وغیرہ جن کی قبریں بصرہ میں ہیں، یا حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ جو عراق میں دفن ہیں یا اہلِ بیت ہوں مثلاً وہ قبریں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کے خاندان امام حسین رضی اللہ عنہ، موسیٰ رضی اللہ عنہ، جعفر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی طرف منسوب ہیں، یا صالحین ہوں مثلاً معروف کرخی، احمد بن حنبل وغیرہ کی قبریں۔

اور جو کوئی یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ قبروں سے نذر ماننے سے کسی قسم کا بھی کوئی نفع یا ثواب حاصل ہوتا ہے تو گمراہ اور جاہل ہے، کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے منت سے منع کیا ہے، اور فرمایا:

﴿اِنَّهُ لاَ يَاْتِىْ بِخَيْرٍ وَّ اِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهٖ مِنَ الْبَخِيْلِ﴾ اور اس سے کچھ بھی نہیں ہوتا، صرف بخیل سے مال نکلوانے کا ذریعہ ہے۔

دوسری روایت میں ہے:۔

﴿انما يلقى ابن آدم الى القدر﴾ ابنِ آدم تقدیر کے سامنے ڈال دیا جاتا ہے

جب اطاعت کی نذر کا یہ حال ہے تو معصیت کی نذر کا کیا حال ہوگا؟ پس جو شخص یہ اعتقاد رکھے کہ قبروں سے منت ماننا' خدا سے مرادیں حاصل کرنے کا ذریعہ ہے، یا اس سے مصائب دور ہوتے ہیں، رزق کھلتا ہے، جان و مال و ملک کی حفاظت ہوتی ہے تو وہ کافر بلکہ مشرک ہے اور اس کا قتل شرعاً واجب ہے۔ یہی حکم ان لوگوں کا بھی ہے جو قبروں کے علاوہ دوسروں کے متعلق یہ اعتقاد رکھتے ہیں اگرچہ وہ کیسے ہی بڑے مانے جاتے ہیں:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِهٖ فَلاَ يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلاَ تَحْوِيْلاً اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَ يَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَ يَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْراً﴾

کہہ دے پکارو انہیں جن کو خدا کے علاوہ تم خیال کئے بیٹھے ہو۔ وہ نہ تم سے برائی دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں یہ لوگ جنھیں پکارتے ہیں وہ خود ہی اپنے رب کی طرف اپنے میں سے قریب تر کا وسیلہ تلاش کرتے ہیں اور اس کی رحمت کی امید کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

[بنی اسرائیل پ ١٥ ع ٦]

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلاَ فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِنْ ظَهِيْرٍ وَ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ [سبا ٣٤ پ٢٢ ع ١٩]

کہہ دے ان لوگوں کو جنھیں تم خدا کے سوا خیال کر بیٹھے ہو، وہ آسمانوں میں نہ زمین میں ایک ذرہ کے بھی مالک ہیں، نہ ان کی کچھ شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی ان کا پشت پناہ ہے اس کے ہاں شفاعت فائدہ نہیں دیتی، الا یہ کہ جس کے لئے اجازت دے۔

﴿اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكُمْ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَلِيٍّ وَّ لاَ شَفِيْعٍ اَفَلاَ تَتَذَكَّرُوْنَ﴾ [سجدہ ٣٢ پ ٢١ ع ١٤]

وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو ان کے مابین ہے چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر قائم ہوا۔ تمہارے لئے اس کے علاوہ نہ کوئی دوست ہے نہ شفیع کیا نہیں سمجھتے۔؟

﴿ وَقَالَ اللّٰهُ لاَ تَتَّخِذُ وْ ا اِلٰهَيْنَ اثْنَيْنِ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَاحِدٌ فَاِيَّایَ فَارْهَبُوْنِ ﴾ [نمل ١٦ پ ١٤ ع ١٣]

اور اللہ نے فرمایا! دو معبود نہ بناؤ وہ تو معبود واحد ہے پس مجھی سے ڈرو۔

قرآن مجید کتبِ سماویہ اور تمام انبیاء صرف اس لئے مبعوث کئے گئے کہ اللہ وحدہ' لاشریک لہٗ کی پرستش کی جائے اور اس کے ساتھ کوئی معبود نہ بنایا جائے۔ شرک کے لیے یہ ضروری نہیں کہ معبود باطل خدا کا بالکل ہم رتبہ سمجھا جائے۔ بلکہ مخلوق و مصنوع کو بھی معبود بنانا شرک اور خدا کی نظر میں سخت مبغوض ہے۔ چنانچہ مشرکینِ عرب بھی اپنے معبودان باطل کو مخلوق سمجھتے تھے مگر باوجود اس کے مشرک قرار پائے۔ وہ اپنے تلبیہ (لبیک کہنا) میں کہا کرتے تھے۔

﴿لَبَّيْكَ لاَ شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكَ هُوَ لَكَ تَمْلِكه وَمَا لَكَ﴾

اے رب میں حاضر ہوں' تیرا کوئی شریک نہیں بجز ایک شریک کے اور وہ بھی تیرا ہی ہے تو اس کا مالک ہے اور اس کی ملکیت کا مالک ہے۔

اسی طرح نبی ﷺ نے حصین الخزاعی سے دریافت کیا:

﴿یَا حُصَیْنُ، کَمْ تَعْبُدُ؟قَالَ أَعْبُدُ سَبْعَةَ اٰلِهَةٍ: سِتَّةٌ فِی الْاَرْضِ وَوَاحِدٌ فِی السَّماءَ قَالَ فَمَنْ ذَاالَّذِیْ تَعْبُدُہٗ لِرَغْبَتِکَ وَرَهْبَتِکَ؟ قَالَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ قَالَ یَا حُصَیْنُ فَاَسْلِمْ حَتّٰی اعلمک الله کَلِمَاتٍ یَنْفَعُکَ اللّٰهُ بِهِنَّ. فَلَمَّا اَسْلَمَ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَقِنِیْ شَرَّ نَفْسِیْ﴾ [مسلم]	اے حصین کتنوں کی عبادت کرتے ہو؟ کہا سات معبودوں کی عبادت کرتا ہوں، چھ زمین پر ہیں اور ایک آسمان میں۔فرمایا اپنے لالچ اور خوف میں کس کی عبادت کرتے ہو؟ کہا جو آسمان پر ہے۔فرمایا اے حصین !پس اسلام لا،تاکہ میں تجھے چند ایسے کلمے سکھا دوں جن سے خدا تجھے نفع پہنچائے گا۔وہ اسلام لے آیا۔ فرمایا! کہو’’خدایا مجھے میری ہدایت الہام کر اور مجھے میرے شر سے محفوظ رکھ‘‘۔

فصل

ناچنا، گانا

اور جو کوئی یہ کہتا ہے کہ انبیاء و ملائکہ سیٹی اور تالی پسند کرتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے۔ انبیاء و ملائکہ نہیں بلکہ ابلیس اور اس کی ذرّیات یہ چیز پسند کرتے ہیں۔ اسے سننے آتے ہیں، ان گمراہوں پر اترتے اور ان میں اپنی خبیث روح پھونکتے ہیں جیسا کہ طبرانی وغیرہ نے ابن عباس سے حدیث مرفوع میں روایت کیا ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ قَالَ يَا رَبِّ اجْعَلْ لِيْ بَيْتًا قَالَ بَيْتُكَ الْحَمَّامُ، قَالَ اجْعَلْ لِي قُرآنًا قَالَ قُرْآنُكَ الشِعْرُ، قَالَ اجْعَلْ لِيْ مُؤَذِّنًا قَالَ مُؤَذِنُكَ الْمِزْمَارُ﴾ [طبرانی]

شیطان نے کہا اے رب میرے لئے گھر مقرر کر دے، فرمایا تیرا گھر حمام ہے۔ کہا میرے لئے قرآن مقرر کر دے فرمایا تیرا قرآن شعر ہے۔ کہا میرے لئے موذن مقرر کر دے فرمایا تیرا موذن باجا ہے۔

نیز خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔

وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ۔ [پ۱۵ع۷]

سلف کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر میں کہا کہ شیطان کی آواز گانا ہے، یہ درست ہے اور اس میں گانے کے علاوہ وہ تمام آوازیں بھی داخل ہیں جو لوگوں کو سبیل اللہ سے ہٹانے کے لئے بلند کی جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

﴿إِنَّمَا نُهِيْتُ عَنْ صَوْتَيْنِ أَحْمَقَيْنِ فَاجِرَيْنِ صَوْتُ لَهْوٍ وَّلَعْبٍ وَمَزَامِيْرِ الشَّيْطَانِ وَ صَوْتُ لَطْمِ خُدُوْدٍ وَ شَقُّ جُيُوْبٍ وَدُعَاءُ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَةِ ذَاتُ الْمُكَاءِ وَالتَّصْدِيَةِ﴾ [نسائی]

مجھے دو احمقانہ فاجر آوازوں سے منع کیا گیا ہے: لہو ولعب اور شیطانی باجوں کی آواز سے اور منہ پیٹنے، گریبان پھاڑنے اور تالیوں اور سیٹیوں والی جاہلیت کی پکار (عبادت) کی آواز سے۔

شیطان ان گمراہوں پر کچھ اس طرح چھا جاتا ہے کہ وہ گانا سنتے سنتے مست ہو جاتے

اور ناچنے کودنے لگتے ہیں۔

ان معاملات میں اسرار وحقائق ① ہیں جنھیں اہلِ بصائر ایمانیہ ومشاہدِ ایقانیہ ہی مشاہد کرسکتے ہیں۔لیکن شریعت کی راہ بالکل روشن اور صاف ہے،جس کسی نے اس کی اتباع کی اور بدعت کی بھول بھلیوں سے اجتناب کیا،ہدایت یاب اور دنیا وآخرت کی فلاح سے شادکام ہوگیا۔اگرچہ وہ اسرار وحقائق کے ادراک سے بالکل محروم ہی کیوں نہ رہ گیا ہو۔ اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جو مکہ کی راہ پر رہنما کے پیچھے جاتا ہے،راستہ میں ہر جگہ کھانا پانی پاتا ہے اگرچہ نہیں جانتا کہ یہ سامان وہاں کیونکر مہیا ہوا پھر منزلِ مقصود پر پہنچتا اور حج کی سعادت حاصل کرتا ہے، برخلاف اس کے وہ ہے جو رہبر لئے بغیر نکل کھڑا ہوا۔نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ راستہ بھول جاتا ہے، پھر یا تو ہلاک ہوجاتا ہے یا ایک مدت تک شقاوت وبدبختی کی وادیوں میں ٹھوکریں کھانے کے بعد راستہ پر آجاتا ہے،رہنمائے حق رسول اللہ ﷺ ہیں، جنہیں اللہ نے دنیا بھر کے لئے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا،انہوں نے اس کے حکم سے حق کی دعوت دی،صراطِ مستقیم کی طرف رہنمائی کی،اور گمراہی کی راہوں پر پڑنے سے روک دیا جو لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں،نجات پاتے ہیں اور جو خودسری سے اعراض کرتے ہیں ہلاک ہوتے ہیں۔

رہے یہ گانے بجانے والے نام نہاد صوفی تو ان پر شیطان کے پھیرے کی علامتیں ہمیشہ ظاہر ہوجاتی ہیں، چنانچہ ان کے منہ سے کف اڑتا ہے ،درشت آوازیں نکلتی ہیں، خوفناک چیخیں بلند ہوتی ہیں۔آوازوں کا اختلاف ان شیطانی مقاصد کے اختلاف کی وجہ سے ہوتا ہے جو ان کے اندر نشو ونما پاتے اور برانگیختہ ہوتے رہتے ہیں چنانچہ کبھی نفسانی خواہشات کے ہجوم کی وجہ سے وجد مذموم ہوتا ہے، کبھی مظلوموں پر غضب وعدوان کا زور ہوتا ہے۔غرض کہ وہ تمام شیطانی اثرات موجود ہوجاتے ہیں جو شراب خور متوالوں پر ظاہر ہوتے ہیں اور یہ کچھ زیادہ عجیب نہیں کیونکہ مطرب آواز کا نشہ کبھی مطرب شراب کی طرح اثر دکھاتا اور ذکرِ الٰہی اور نماز سے روکتا ہے، دلوں سے تلاوتِ قرآن دور کردیتا ہے،

---

① یعنی شیطان کے غلبہ واستیلاء کے ہر کس وناکس نہیں سمجھ سکتا۔

اس کے معانی کے فہم اور اس کی اتباع سے باز رکھتا ہے اور اس طرح ان گمراہوں کو ان لوگوں کے زمرہ میں داخل کر دیتا ہے جس کی نسبت فرمایا گیا کہ لہوالحدیث خریدتے ہیں تاکہ سبیل اللہ سے گمراہ کریں۔ پھر وہ خود ان میں بغض وعداوت کی تخم ریزی کرتا ہے اور وہ اپنے شیطانی فاسد احوال کے ذریعہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جس طرح بری نظر والا نظر مار کر قتل کر ڈالتا ہے۔ اسی لئے بعض علماء نے کہا ہے کہ جب معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے شیطانی احوال کے ذریعہ قتل کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان پر حد یا دیت واجب ہے کیونکہ وہ ظالم ہیں اور صرف اسی صورت میں خوش ہوتے ہیں کہ محرمات اور اپنے شیطانی مقاصد کی تنفیذ کا موقع پائیں جیسا کہ ظالم بادشاہ ظلم کر کے خوش ہوتے ہیں۔

یہی حال کفار و مبتدعین و ظالمین کے خضراء کا ہے۔ ممکن ہے ان میں کبھی زہد و عبادت پائی جائے جس طرح مشرکین و اہلِ کتاب میں دیکھی جاتی ہے اور جس طرح خوارج مارقین میں تھی جن کی بابت فرمایا گیا ہے:

﴿يَحۡقِرُ اَحَدُكُمۡ صَلَاتَهٗ مَعَ صَلَاتِهِمۡ وَصِيَامَهٗ مَعَ صِيَامِهِمۡ وَقِرَاءَتَهٗ مَعَ قِرَأتِهِمۡ يَقۡرَؤُنَ الۡقُرۡآنَ لَا يُجَاوِزُ حَنَاجِرَهُمۡ يَمۡرُقُوۡنَ مِنَ الۡاِسۡلَامِ كَمَا يَمۡرُقُ السَّهۡمُ مِنَ الرَّمِيَّةِ اَيۡنَمَا لَقِيۡتُمُوۡهُمۡ فَاقۡتُلُوۡهُمۡ فَاِنَّ فِيۡ قَتۡلِهِمۡ اَجۡرًا عِنۡدَ اللّٰهِ لِمَنۡ قَتَلَهُمۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ﴾

تم اپنی نماز ان کی نماز کے سامنے اور اپنا روزہ ان کے روزے کے سامنے اور اپنی تلاوت ان کی تلاوت کے سامنے حقیر جانو گے، قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے آگے نہ بڑھے گا اسلام سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح چلہ سے تیر، جہاں کہیں انہیں پاؤ قتل کرو کیونکہ ان کے قتل میں خدا کے ہاں قاتل کے لئے قیامت کے دن ثواب ہے۔ [نسائی۔الترمذی]

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ظواہر کے ساتھ ان میں احوالِ باطنہ بھی پائے جاتے ہیں، لیکن ان میں ظواہر و بواطن کی وجہ سے انہیں اولیاء اللہ سمجھ لینا غلط ہے کیونکہ ولی صرف وہی ہو سکتا ہے جو اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ [یونس پ ١١ ع ١٢] جو ایمان لائے اور

پرہیز گار ہے) کے زمرہ میں ہو، اگر چہ ظاہر و باطن میں اسے قدرت و تمکن نہ بھی حاصل ہو کیوں کہ ولایت کے لئے قدرت و تمکن لازم نہیں۔ ولی اللہ کبھی صاحب قوت وشوکت ہوتا ہے اور کبھی ضعیف و کمزور، یہاں تک کہ اللہ کی نصرت آ کر اس کے ضعف کو قوت سے بدل دے۔ اسی طرح عدو اللہ کبھی کمزور ہوتا ہے اور کبھی زبردست، یہاں تک کہ اللہ کا دستِ انتقام دراز ہو اور اس کے پرنخوت سر پر ذلت کی خاک پڑ جائے، پس تاتاریوں کے باطنی خضراء اسی جنس سے ہیں جس جنس سے ان کے ظاہری خضرا ہیں۔ رہا غلبہ تو وہ ہمیشہ دلیلِ حق نہیں، خدا کبھی مومنوں پر کفار کو غالب کرتا ہے اور کبھی مومن کافروں پر فتح یاب ہوتے ہیں جیسا کہ اصحاب رسول اللہ کا اپنے دشمنوں سے حال تھا۔ لیکن نتیجہ میں کامیابی بہرحال متقین ہی کے لئے ہے۔ کیونکہ خدا نے فرما دیا ہے:

﴿اِنَّا لَنَنۡصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا فِي الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَيَوۡمَ يَقُوۡمُ الۡاَشۡهَادُ﴾ ہم اپنے رسولوں اور مومنین کو دنیاوی زندگی میں اور حاضر ہونے کے دن مدد دیں گے۔

[المومن پ ۲٤ ع ۱۱]

اگر مسلمان کمزور ہوں اور کافر زبردست، سمجھ لینا چاہئے کہ یہ کمزوری و پستی مسلمانوں کے کفران وعصیان کا نتیجہ ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَلَّوۡا مِنۡكُمۡ يَوۡمَ الۡتَقَى الۡجَمۡعٰنِ اِنَّمَا اسۡتَزَلَّهُمُ الشَّيۡطٰنُ بِبَعۡضِ مَا كَسَبُوۡا﴾ جنگ کے دن تم میں سے جنہوں نے پیٹھ پھیر دی انہیں شیطان نے ان کے بعض گناہوں کی وجہ سے ڈگمگایا۔

اور فرمایا:

﴿اَوَ لَمَّاۤ اَصَابَتۡكُمۡ مُّصِيۡبَةٌ قَدۡ اَصَبۡتُمۡ مِّثۡلَيۡهَا قُلۡتُمۡ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلۡ هُوَ مِنۡ عِنۡدِ اَنۡفُسِكُمۡ﴾ [پ٤ ع۸] اور کیا جب تمہیں مصیبت پہنچی، تم نے بھی یقیناً دونی مصیبت پہنچائی۔ تم نے کہا یہ (مصیبت) کہاں سے آئی؟ کہہ دے یہ تمہاری اپنی طرف سے آئی۔

اورفرمایا:

﴿وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنصُرُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِیٌّ عَزِيْزٌ ○ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَـوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ﴾ [پ۱۷ع۱۳]	اور البتہ خدامدد کرتا ہے اس کی جو خدا کی مدد کرتا ہے اللہ قوی و غالب ہے وہ جنھیں ہم زمین میں مضبوط کریں، نماز قائم کریں، زکوۃ دیں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کریں۔

فصل

مشہور مزارات

رہے یہ مشہور مقابر و مزارات تو ان میں سے بعض قطعاً فرضی ہیں مثلاً دمشق میں ابی بن کعب اور اویس قرنی کی قبر، لبنان میں حضرت نوح علیہ السلام کی قبر، مصر میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی قبر، غرض کہ شام وعراق اور مصر اور دیگر ممالک اسلامیہ میں بے شمار قبریں ایسی ہیں جو محض فرضی ہیں۔ اسی بنا پر بہت سے علما جن میں عبدالعزیز کنانی بھی ہیں۔ اس کا ثبوت ملتا ہے مگر بڑی جستجو وکاوش کے بعد مسلمانوں کی اپنی قبروں سے یہ بے اعتنائی ذرا بھی تعجب انگیز نہیں کیونکہ ان کی حفاظت معرفت اور ان پر قبوں اور مسجد کی تعمیر شریعت اسلام میں مقبول نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ان تمام باتوں سے منع فرمایا ہے جو آج کل مبتدع ان قبروں کے باب میں کرتے ہیں مثلاً صحیح مسلم میں جندب بن عبداللہ کی روایت ہے:

﴿سَمِعْتُ النَّبِیَّ ﷺ قَبْلَ اَنْ یَمُوْتَ بِخَمْسٍ وَهُوَ یَقُوْلُ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ فَاِنِّی اَنْهَاکُمْ عَنْ ذٰالِکَ﴾

میں نے نبی ﷺ کو وصال سے پانچ دن پہلے یہ فرماتے سنا: تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بناتے تھے، میں تمہیں اس سے منع کیے دیتا ہوں۔

اور فرمایا:

﴿لَعَنَ اللّٰهُ الْیَهُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَائِهِمْ مَسَاجِدَ﴾ بخاری

یہود ونصاریٰ پر خدا کی لعنت کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مسجد قرار دے لیا۔

ائمہ اسلام متفق ہیں کہ ان عمارتوں کا قبروں پر بنانا، انہیں مسجد قرار دینا، ان کے نزدیک نماز پڑھنا، ان پر اعتکاف کرنا، ان سے استغاثہ کرنا ان کے سامنے تہلیل وتکبیر بلند کرنا، وغیرہ سب کام غیر مشروع ہیں، قبرستانوں میں نماز مکروہ ہے اور بہتوں کے نزدیک تو ایسی نماز باطل ہے کیونکہ اس سے صریح ممانعت موجود ہے۔

سنت یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کی قبر کی زیارت کی جائے، عام اس سے کہ نبی ﷺ

کی ہو، صحابی کی ہو، کسی صالح آدمی کی ہو، تو سلام کیا جائے اور صاحب قبر کے لئے دعا مانگی جائے، یہ دعا بمنزلہ نماز جنازہ کے ہے جیسا کہ خود خدا نے ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔ منافقین کے متعلق فرمایا:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰی اَحَدٍ مِنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ﴾ [التوبہ ۹ پ۱۰ ع ۱۰] جو ان میں سے مر جائے کبھی اس پر نماز نہ پڑھ اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو۔

اس آیت سے جہاں منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے اور ان کی قبروں پر کھڑے ہونے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے۔ مسلمانوں کے حق میں ان دونوں باتوں کا کرنا بھی مشروع ثابت ہوتا ہے۔ سنن میں ہے کہ جب کوئی صحابی فوت ہوتا تو نبی ﷺ اس کی قبر پر کھڑے ہوتے اور فرماتے:

﴿سَلُوْا لَهُ التَّثَبُّتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ.﴾ [بخاری] اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو کیونکہ اس وقت اس سے سوال ہو رہا ہے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ آپ صحابہ کو تعلیم فرماتے تھے کہ جب قبروں پر جاؤ تو کہو:

﴿اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ اَهْلَ دَارِ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ يَرْحَمُ اللّٰهُ الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنَّا وَمِنْكُمْ الْمُسْتَأْخِرِيْنَ نَسْئَلُ اللّٰهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ وَاغْفِرْلَنَا وَلَهُمْ﴾ اے مومنوں کے گھر بسنے والو! تم پر سلام، ہم ان شاءاللہ تم سے مل جانے والے ہیں، خدا ہمارے اور تمہارے آگے جانے والوں اور پیچھے جانے والوں پر رحم کرے۔ ہم اپنے اور تمہارے لئے خدا سے عافیت چاہتے ہیں۔ اے خدا! ہمیں ان کے اجر سے محروم نہ کرنا، ہمیں ان کے بعد امتحان میں نہ ڈالنا۔ ہماری اور ان کی مغفرت کر۔

دین الٰہی یہی ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کے گھر کی تعظیم و تکریم کی جائے اور وہ گھر مسجدیں ہیں جن میں جماعت اور بے جماعت نمازیں، اعتکاف تمام بدنی و قلبی عبادتیں قراۃ قرآن، ذکر الٰہی اور خدا سے ہر طرح کی دعائیں مشروع کی گئی ہیں، فرمایا:

﴿وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلاَ تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا(پ ۲۹ ع ۱۱) قُلْ اَمَرَ رَبِّی بِالْقِسْطِ وَاَقِیْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۝ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ (۸:۱۰)

مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس خدا کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ کہہ دے میرے رب نے حکم دیا ہے عدل کرنے کا اور یہ کہ ہر مسجد میں پوری طرح متوجہ ہو (خدا کی طرف) اور اسی کو پکارو دین کو اسی کے لیے بے میل کر کے۔
اے بنی آدم ہر مسجد (عبادت) میں اپنی زینت کرو۔

اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِا للّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَی الزَّكٰوةَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِیْنَ(۹:۱۰) فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ رِجَالٌ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَ اِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَ هُمْ مِنْ فَضْلِهٖ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ﴾

خدا کی مسجدوں کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان لائے، نماز قائم کی، زکوۃ دی، اور بجز خدا کے کسی سے نہ ڈرے، امید ہے وہ ہدایت پانے والے ہوں، ان گھروں میں کہ اجازت دی ہے خدا نے ان کے بلند کرنے کی اور ان میں ذکر کیا جاتا ہے اس کے نام کا، ان میں ایسے لوگ صبح و شام تسبیح کرتے ہیں جنھیں نہ تجارت نہ فروخت ذکر الٰہی سے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے غافل کرتی ہے۔ اس دن سے ڈرتے ہیں جب دل اور آنکھیں پلٹ جائیں گے تا کہ ان کے بہترین اعمال کے حساب سے بدلہ دے اور انہیں اپنے فضل سے اور زیادہ کردے اللہ جسے چاہتا ہے بغیر حساب کے دیتا ہے۔

یہ ہے مسلمانوں کا دین جو اللہ واحد کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں کرتے۔ رہا قبروں کا بت بنا کر پوجنا تو یہ مشرکوں کا دین ہے جس سے اللہ اور اس کے رسول سید المرسلین ﷺ نے منع کیا ہے۔ خدا تمام مسلمانوں کو ایمان وہدایت کی دولت سے مالا مال کردے۔

والحمد لله رب العلمین وصلی الله علی سیدنا محمد وعلی اله وصحبه وسلم تسلیما کثیرًا طیباً مبارکًا کما هو.

تیرھویں صدی ہجری کے مجدد امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی تفصیلی سوانح

حیات

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ

تصنیف: الشیخ محمد ابو زہرہ

ترجمہ: سید رئیس احمد جعفری ندوی

مقدمہ: غلام رسول مہر

تنقیح، تحقیق، اضافہ: محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

حیات شیخ الاسلام ابن تیمیہ ایک اچھوتی پیشکش ہے جس کو آفتاب سے تشبیہ دی جاسکتی ہے کہ اس کے طلوع ہوتے ہی سب ستارے ماند پڑ جاتے ہیں۔ یہ کتاب انشاء اللہ اس موضوع کی تمام کتابوں سے بے نیاز کر دے گی۔

مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کی تحقیقی کاوش نے اس کو مستقل کتاب کی حیثیت دے دی ہے۔ سینکڑوں تاریخی حقائق اور تحقیقی مباحث اس میں ایسے آ گئے ہیں جو پہلی بار اردو میں منتقل ہوئے ہیں بلکہ دنیا کی کسی بھی زبان میں یکجا نہیں ملیں گے۔

حضرت امام رحمہ اللہ کی تصنیفات کی مکمل فہرست پہلی بار

المکتبۃ السلفیۃ • شیش محل روڈ • لاہور 54000
Ph: 042-7237184
Fax: 042-7227981